

شہدائے اسلام



SHAMS-UL-ISLAM,
BHERA (Pakistan)

بাহتمام ایم غلام حسین - ایڈیٹر - پرنٹر - پبلشر
ننا ٹی بھرتی پریس سوگودھا سے چھپکر بھیرا (پاکستان) سے شائع ہوا

شمس الاسلام

رسالہ الاحیاء

جلد ۱
عوام
مغزین
سالانہ چلدا

ہر اگست کی پینس کی
گیارہ تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

جلد ۱

نمبر ۱۰

پچھتر غزنی پنجاب بابت ماہ الحجہ ۱۳۶۶ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۵ء

حرفِ جاہد و ا کی تفسیر

(عبد المجید سالک)

عجب ہنگامہ پر دو تھیں مسلمانوں کی کشمیریں : پلٹ جاتی تھیں جنکی ضربے قوموں کی تقدیریں
ہوئیں ایران و روم کے سرو و عیش پر غالب : عرب کے غازیان ملت بیضا کی تکبیریں
کبھی ایوانِ قیصر میں تزلزل ڈال دیتی تھیں : امیر المومنین ہارون عباسی کی تحریریں
عرب ایران، ترکی، مصر، کابل، ہند و فریقہ : یہ کیا ہیں؟ ایک حرفِ جاہد ا کی سب سے تفسیریں

نہیں ہرگز گوارا خالق اکبر کی غیرت کو : کہ حق کے سامنے پھولیں بھلین باطل کی تدبیریں
کبھی غالب ہوں گے بت پرست اللہ والوں پر

کہاں اک زندہ ہستی اور کہاں بیجان تصویروں

قائد اعظم استقلال فرما گئے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

تاریخ وفات خلد آشیان قائد اعظم محمد علی جناح

(از ڈاکٹر عبد الرحیم خان بھاولپور)

۱۲ ستمبر کی صبح کو افق مشرق سے آفتاب نمودار ہو رہا تھا کہ جانکاہ خبر سنی گئی کہ مدت اسلامیہ کا مسیحا مسلمانوں کی آنکھوں کا ستارہ دنیا کی سب سے بڑی مسلم مملکت کا بانی قائد اعظم محمد علی جناح گذشتہ شب ۲۵ منٹ پر حرکت قلب بند ہونے پر انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ملت اسلامیہ کے لئے اس سے بڑا سانحہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہمارا قائد اعظم، ہمارا محبوب ہمارا جلیں صدا پر دس کروڑ انسان آگ و خون کے دریاؤں میں کود پڑنے پر تیار ہو جاتے۔ آج ہم میں نہیں لیکن وہ سکندر اعظم وقت کا فاتح جو قدرت سے طوفانی دوج لیکر آیا تھا ہم میں ایسا غیر متزلزل عزم ایسا اہل ارادہ ایسی ناقابل تسخیر ہمت پیدا کر گیا ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی۔ اکی مقدس یاد ایک چمکتے ہوئے نشان ایک روشنی ستارے۔ ایک شعل نور۔ روشنی کے ایک مینار کی طرح ہمارے سامنے رہے گی۔ قائد اعظم محمد علی جناح دنیا سے اٹھ گئے۔

قائد اعظم محمد علی جناح زندہ کا باد

اس جاگمگام خبر کو سنتے ہی کھرام مچ گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ جامع مسجد میں تین بجے جلسہ ہوگا۔ وقت مقررہ پر مسلمانان بھیرہ اور مقامات کثیر تعداد میں پہنچ گئے۔ اور محترم پیر کرم شاہ صاحب نے قائمہ غفصہ کی سوانح حیات پر سرِ مہل ہمو کیا۔ اور کچھ کے بعد مولانا افتخار احمد صاحب گوی امیر حزب الانصار نے تقریر کی۔ اور مسلمانوں سے درخواست کی۔ قائد اعظم اپنا کام ختم کر گئے ہیں اور اب آئندہ ہمارا کام ہے کہ آپس میں اتفاق و اتحاد پیدا کریں۔

شذرات

(ادارہ)

سیل آب یاسیل عذاب۔ صوبہ سندھ اور مغربی پنجاب کے متعدد اضلاع میں اس دفعہ سیلاب نے بہت بڑی تباہی و بربادی کر دی ہے۔ اس سال کثرت کے ساتھ تمام مغربی پاکستان میں بارشیں ہوئیں جن کی وجہ سے تمام زمین خوب سیراب ہو گئی اور مزید پانی جذب کرنے کی گنجائش ہی نہ رہی اس لئے جہاں بھی مزید بارش ہوئی تو بارش کا وہ پانی بھی کھیتوں میں لڑی کھڑا رہا نیز بارشوں کی اس کثرت سے متعدد شہروں میں بے شمار مکانات گر گئے اور خصوصاً شہر لاہور میں ہزاروں پرانے اور آتش رسیدہ مکانات دھڑ دھڑا گرنے لگے اور اس سلسلہ میں بعض مکانات جانی اور مالی نقصان بھی کافی ہوا۔ شہر کے اندر وسیع علاقوں کو خطرناک رقبہ قرار دیا گیا اور پناہ گزینوں کے سینکڑوں خاندان سر چھپانے کے لئے جگہ بل جانے کے بعد پھر بے گھر و بے در ہو کر سامان اٹھائے اور دھر دھر پھرنے لگے۔ ایک طرف تو بارشوں کی وجہ سے پریشانی و اضطراب کی یہ حالت رونما تھی کہ دوسری طرف سے دریائے سندھ دریائے چلم۔ دریائے چناب اور دریائے راوی میں لمبائی شروع ہوئی۔ اور خلدونہ تعالیٰ کے سیل عذاب سے سیلاب کی صورت میں نمودار ہو کر ہزاروں بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ سکھر میں مشہور بند میں شکات پڑ گئے جس سے پانی نکل نکل کر صوبہ سندھ کے تین چار اضلاع میں پھیلنے لگا۔ گاؤں کے گاؤں زیر آب ہو گئے۔ کھڑی فصلیں پانی میں ڈوب کر نکل مڑ کر خراب ہو گئیں۔ مگر کیں خراب ہو گئیں۔ ریل گاڑی کی آمد و رفت لائن کی خرابی کی وجہ سے بند ہو گئی۔ مواصلات اور ریل ورکس کا سلسلہ کتنے دنوں تک بالکل بے کار ہو گیا۔ متعدد نہروں نے مضبوط بندوں کو توڑ کر علاقوں کے علاقوں کو پانی میں غرق کر دیا۔ زمین کی سیرابی اور پانی کی کثرت کی وجہ سے اکثر جگہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ پانی اسی زمین ہی سے پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ اور فخرنا الارض عیوناً کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ ضلع مظفر گڑھ ضلع ملتان ضلع شیخوپورہ ضلع جھنگ ضلع سرگودھا اور ضلع گجرات تو بالکل سیلاب کی زد میں اس طرح آگے کہ ان اضلاع کی ہزاروں بستیاں بالکل اچھٹکیں فصلیں تباہ و برباد ہوئیں۔ لوگ بے گھر ہو کر اور دھر دھر جھگٹنے لگے۔ بموسہ دریا بڑھ گیا۔ غلہ ضائع ہوا۔ اور کسی قدر انسانی جانوں کا ضیاع بھی ہوا۔ اور کافی مویشی بھی تلف ہو گئے۔ مثلاً صرف ضلع سرگودھا کے متعلق اخبارات میں بتایا گیا ہے۔ کہ سیلاب کی تباہ کاریوں کی وجہ سے تین سو ستر دیہات بالکل برباد ہو گئے۔ پندرہ ہزار سے زائد مکان گر گئے۔ پانچ لاکھ ایکڑ زمین زیر آب ہے۔

جس میں ایک لاکھ ایکڑ زمین میں ربیع کی فصل بوئی ہوئی تھی ایک لاکھ من چارہ بھی سیلاب کی زد ہو گیا اور دس اشخاص ٹوب کر مرے۔ رانقلاب ۱۸ ستمبر) اس ایک ضلع کے نقصان سے آپ دوسرے اضلاع کے نقصانات کا بھی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور غالباً دریائے جناب کے کنارے کی آبادی کی بربادی اس سے بڑھ کر ہے۔ سرکاری افسروں نے انجینئروں نے اپنی سی پوری کوشش کی کہ سیلاب کا مقابلہ کیا جائے اور جلد از جلد پانی کو مٹا دیا جائے۔ مگر کوئی کامیابی نہ ہو سکی اسلئے کہ یہ معمولی سیل آب تو نہ تھا بلکہ حقیقت میں ایک سیل عذاب تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ **وَإِذَا ارَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءَ فَلَا مَدَدَ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ (۱۰۰)** اور جب کسی قوم کے حق میں بُرائی اور عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی قوت اس کی شامت کو دفع کرنے والی نہیں ہوتی۔ اور پھر خدا کے مقابل میں اُن کا کوئی مددگار نہیں نکلتا۔ . . اور اس لئے کسی کی امداد و اعانت اور کسی ماہر کی مہارت و لیاقت اس تباہی و بربادی کو روک نہ سکی۔

سیلاب اور کثرت باران کی یہ تباہ کاری جس طرح پاکستان میں ہندوستان کے خلاف غفلت سے بیدار کرنے کے لئے تیزی کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے۔ اسی طرح اس طرف ہندوستان میں بھی بربادی کا یہ عالم ہے۔ اخبارات کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ گھدہاں کے دریاؤں میں بھی طغیانی آئی ہے۔ دیلے گنگا کے کنارے کی بہت سی بٹیاں سیلاب کی وجہ سے اجڑنے لگی ہیں۔ بریلی میں بارش کی کثرت سے سینکڑوں مکان پیوند خاک ہو گئے ہیں۔ کانپور کی کیم ستمبر کی ایک خبر ہے۔ کہ یوپی میں بے پناہ سیلاب کی وجہ سے کانپور سے لکھنؤ جانے والی ریلوے لائن کٹ گئی ہے اور دونوں شہروں کے درمیان سفر ناممکن ہو گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کانپور کے ارد گرد کے پانچ دیہات میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔ یہاں کے لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ رانقلاب ۱۸ ستمبر) مکانات کی بربادی کے ساتھ ساتھ ایک بڑی تباہی یہ ہو گئی کہ لاکھوں ٹن غلہ اور گڑ اور کھانڈ کے ذخیرے ضائع ہو گئے اور قحط سالی کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ الغرض واگہ سے اس پار اور واگہ سے اس پار دوسری پریشانیوں۔ قحط و فسادات اور بے چینیوں کے علاوہ سیلاب کی حیثیت سے بھی یہ دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی۔

صرف اسباب و علل تک پہنچنے والے اور محدود نگاہوں والے حضرات ان تمام حوادث و واقعات کو اتفاقات زمانہ قرار دیتے ہیں یا یہ تقریر شروع کر دیتے ہیں کہ سیلاب اسلئے آیا کہ بارشوں کی کثرت ہوئی اور بارشوں کی کثرت اسلئے تھی کہ اس دفعہ مندر سے مولیٰ سخن ہوا میں کثرت کے ساتھ اٹھ کر آئیں۔ اور انہوں نے پانی سے بھرے ہوئے ڈنڈ اور برے خالی کر دئے۔ یہ حضرات اسباب کی اس چکر میں لگے

رہتے ہیں اور ان تمام اسباب سے گذر کر اس متشبہ الاسباب ذات پاک کی طرف کبھی توجہ نہیں فرماتے جس کے ارادہ و قدرت ہی سے ان تمام اسباب و علل کا سلسلہ وابستہ ہے۔ مادیات کے گورکھ و حندوں اور نچریت کے جال میں پھنسے ہوئے لوگ جو بھی کہیں لیکن مومنانہ بصیرت کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے اعمال بد اور خدا فراموشی کا انجام بد ہے۔ احکام خداوندی کی نافرمانی اہم حکومت الہیہ سے بغاوت کی بنا پر ہم نے خود اپنے آپ کو ان عذابوں کا مستحق بنا دیا ہے۔ ضابطہ قوانین الہی یعنی قرآن مجید کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ گزشتہ زمانہ میں جن قوموں پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے تو ہر قوم پر نزول عذاب الہی کی صورت مختلف رہی ہے۔ عاد پر ریح مصر کا عذاب اترا۔ اور خود پر مہیب چیخ و چنگاڑ کا۔ اہل مدین پر وہ عذاب کسی دوسری صورت میں آیا اور آل فرعون پر غرق تلزم کر دینے کے ایک نئے انداز میں۔ قوم نوح علیہ السلام زمین و آسمان سے ابلنے اور برسنے والے پانی کے طوفان سے تباہ ہوئی اور قوم سبا سبیل عرم سے خانماں برباد ہو کر تفرق ہو گئی۔ مگر عذاب کی یہ شکلیں اور صورتیں خواہ کتنی ہی مختلف ہوں وہ قانون جس کے ماتحت یہ عذاب نازل ہوا کرتا ہے ایک ہی ہے۔ اور ہرگز بدلنے والا نہیں۔ **سنة الله في الذين خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا**

نزول عذاب کا وہ قانون جو قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے۔ کہ جب کسی قوم کی خوش حالی بڑھ جاتی ہے تو وہ غلط کاری اور گمراہی کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور خود بخود اس کی عملی قوتوں کا رُخ صلاح سے ناسد کی طرف پھر جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کسی قوم پر ظلم نہیں کرتا۔ بدکار قوم خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتی ہے۔ خدا کسی قوم کو نعمت دے کر اس سے کبھی نہیں چھینتا۔ ظالم قوم خود اپنی نعمت کے دیے استیصال ہو جاتی ہے اور اس کے مٹانے کی کوشش کرتی ہے **ذالک بات الله لم يک مغیرا لنعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بالفسهم** (انفال) | یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کسی اس نعمت کو بدلنے والا نہیں ہے جو اس کسی قوم کو بخشی ہو۔ تاہم یہ کہ وہ قوم خود اپنے آپ کو نہ بدل دے۔ **فما کان الله لیظلمهم ولكن کانوا انفسهم یظلمون** (توبہ) اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرتا وہ تو خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔ پھر یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ اس ظلم پر نفس خود اور سرکشی پر فوراً ہی مواخذہ نہیں فرماتا۔ بلکہ ڈھیل دیتا ہے اور مختلف طریقوں سے تنبیہیں کرتا رہتا ہے کہ نصیحت حاصل کریں اور سنبھل جائیں۔

ولو یؤاخذ الله الناس بظلمهم ما ترک اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کے بدلے میں پکڑتا

عليهما من دابة ولكن يؤخرهما الى
اجل مسئى (رائل ۸)

تو روئے زمین پر کوئی متفلس باقی نہ رہتا مگر وہ لوگوں
کو ایک مقررہ مدت تک بہت دیا کرتا ہے۔

اس ڈھیل کے زمانہ میں اکثر ظالم قوموں کو خوشحالی کے فتنہ میں مبتلا کیا جاتا ہے وہ اس سے دھوکہ
کھا جاتی ہیں۔ اذہر دلتی یہ سمجھ بیٹھتی ہیں کہ ہم ضرور نیکو کار ہیں در نہ ہم نعمتوں کی بارش کیوں
ہوتی۔ آخر کار جب وہ قوم کسی طرح تنبیہ سے نہیں سنبھلتی اور ظلم کئے جاتی ہے۔ تو خدا اس کے
حق میں نزول عذاب کا فیصلہ کر دیتا ہے اور جب اس پر عذاب کا حکم ہو جاتا ہے تو پھر کوئی
قوت اس کو بچا نہیں سکتی۔

وتلك القرى اهلكنا هم
لما ظلموا وجعلنا لمهلكهم
موعدا (الکہف ۱۸)

یہ بتیاں جب تک آثار تم دیکھ رہے ہو ان کو ہم نے موت
تباہ کیا جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کے
ہلاک ہونے کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔

وكذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى
وهي ظالمة ان اخذك اليم
شدیدہ (ہود ۹)

اور جب آپ کا رب ظالم بتیوں کو پکڑتا ہے تو وہ الہی
ہی بڑی طرح پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی
سخت اور دردناک ہوتا کرتی ہے۔

عذاب الہی کا یہ اہل قانون جس طرح اس دنیا کی پچھلی قوموں اور ملکوں پر جاری
ہوتا رہا ہے اسی طرح آج بھی اس کا عمل جاری ہے۔ اور اگر بعینہٴ ہوتو آج آپ خود
اپنی آنکھوں سے اس کے نفاذ کی کیفیت ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

خواب غفلت میں سرشار اور بغارت و سرکشی میں بدست انسانوں کو پیرا کرنے
اور ہوش میں لانے کے لئے یہ نازیبانے پڑ رہے ہیں۔ اور ان کو جھنجھوڑا جا رہا ہے۔ ہندوستان
میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے فی الحال ہمیں بحث نہیں۔ ہزاروں سال کی غلامی کے بعد آزادی
کی جو نعمت ان کو ملی ہے انہوں نے اس نعمت کی جس طرح بے قدری کی اور اپنی نااہلی کا ثبوت
دیا اور ظلم و عدوان اور محروم آزاری و سفاکی کا جو نقشہ پیش کیا اس کے انجام بد سے ان کو
بھی آخر کار دو چار ہونا پڑے گا۔ مگر پاکستان میں خدا و رسول پر ایمان رکھنے کے مدعی
مسلمانوں نے خدا و رسول کے احکام کے ساتھ جو باغیانہ سلوک اختیار کیا ہے اور آزادی
کی گراں بہا نعمت ملنے کے بعد جس قدر بے دردی و بے پرواہی کے ساتھ انہوں نے ناشکری
واحسان فراموشی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کی طرف متوجہ کر کے اصلاح احوال کی دعوت دینا

ہمارا فرض ہے۔ آج آپ چاروں طرف پاکستان میں اپنی نگاہ تجسس دوڑائیے تو دور غلامی کے نقشہ میں اور موجودہ دور آزادی کے نقشہ میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ بلکہ اس نقشہ میں فسق و فجور اور خرافات و خبیثی اور دنیا پرستی کے رنگ زیادہ اجماع سے ہوئے اور پیسے سے نمایاں دکھائی دیں گے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان ہوں کے سیاہ خانوں کو توبہ و استغفار کے پانی سے دھو کر اس سیاہی کو دھو کر دے اور اعمال صالحہ کے رنگ بھر بھر کر تمام نقشہ زندگی کو روشن و چمکدار کر دیتے۔ مگر ہوا یہ کہ اگر کہیں کسی گوشہ میں کوئی سفید خانہ تھا بھی تو اس پر بھی سیاہی پھری جانے لگی اور اب ہر طرف ظلمات بعضہا فوق بعض کا نظارہ سامنے ہے۔ راہی اور رعایا دونوں کھلے طور سے ایسے اعمال و افعال کے ارتکاب میں مصروف و منہمک ہیں جن کا انجام اعلیٰ امتوں میں بھی اچھا نہیں ہوا۔ اور اب بھی ان کے ساتھ نہایت خطرات وابستہ نظر آتے ہیں۔ یہ حقیقت حال اتنی واضح ہے کہ ہم کو تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں صرف اشارات ہی سب کچھ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ اب ان حالات میں طرح طرح کی آفتوں، مصیبتوں، پریشانیوں، قحط سالیوں سیلابوں کے لشکر اگر ہم پر ٹوٹ پڑیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے تنبیہات ہیں تاکہ ہم کچھ سنبھل جائیں۔ اور پاکستان کو پاک بنانے کے لئے جدوجہد کے لئے آمادہ ہوں۔ اور پاکستان کو اسلامستان بنائیں اور یہاں خدا کا آخری اور ابدی قانون قرآن مجید جاری و نافذ کریں اور صحیح معنوں میں مسلم یعنی فرمانبردار بندے بن کر زندگی گزاریں۔ مگر یہاں ہر قسم کی مصنوعی تدبیریں اختیار کی جا رہی ہیں۔ ان آفات و مصائب کے دفعیہ کے لئے مادی وسائل و ذرائع سے کام لیا جا رہا ہے۔ پانی کو نکالنے کے لئے، بندوں کو باندھنے کے لئے اور سڑکوں اور راستوں کو مرمت کرنے کے لئے ماہروں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو تسلیاں دی جاتی ہیں کہ تمہاری امداد کی جائے گی۔ لیکن اصل سبب مرض اور حقیقی وجہات تباہی کو دور کرنے کے لئے توجہ بالکل نہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان ظاہری تدبیروں کے ساتھ ساتھ جیسا کہ نابھی ضروری ہے اس اصل تدبیر کی طرف بھی دھیان رکھتے اور پوری تنہی اور خوش و خروش کے ساتھ قوم کی عملی اور اخلاقی حالت سدھارنے کی کوشش ہو جاتی۔ فسق و فجور کے تمام اڈے بند کئے جاتے اور گناہوں کے مراکز کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینک کر ختم کر دیا جاتا۔

سیلاب کی اس عام تباہی و بربادی کے بعد اب ایک اور خطرہ درپیش ہے۔ چنانچہ حکومت نے بھی اس کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی ہے اور اس کے مقابلہ کے لئے ابھی سے تیار ہونے کی ہدایات

سے دی ہیں۔

لاہور ۲۲ ستمبر مغربی پنجاب کے ڈاکٹر صحت عامہ نے پیش گوئی کی ہے کہ پچھلے دنوں جو غیر معمولی بارش ہوئی ہے اور سیلاب آئے ہیں ان کی وجہ سے صوبے کے کھول و عرض میں لمبریا اور دوسرے متعدی امراض کثرت سے پھیلنے کا احتمال ہے اس سلسلے میں تمام اضلاعی اور میونسپل میڈیکل افسروں کو ”ہوشیار“ رہنے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔ انہیں کہا گیا ہے کہ وہ بیماری کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو اچھی طرح مسلح کر لیں۔ لمبریا کے علاوہ ہیضہ، چیچش اور چچک بھی پھیلنے کا ڈر ہے محکمہ صحت نے ان وباؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک سکیم تیار کی ہے۔ رجسٹر اس سکیم کی تفصیل درج ہے) (انقلاب ۲۲ ستمبر ۱۹۶۸ء)

ڈاکٹر صحت عامہ نے جن خطرات سے آگاہ کیا ہے بظاہر حالات وہ خطرات یقینی معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس نے ان وباؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے جو سکیم تیار کر کے پیش کی ہے اور تمام اضلاعی اور میونسپل میڈیکل افسروں کو ”ہوشیار“ رہنے کی ہدایت کی ہے۔ یہ سب اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ اور اس نے اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کا احساس کر کے اپنی بیداری کا پورا ثبوت دیا ہے۔ اور ان تدبیروں کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ لیکن اس موقع پر اس کے ساتھ اس کی بھی بڑی ضرورت تھی کہ حکمت خدا داد پاکستان میں ایک ڈاکٹر اصلاح اخلاق عامہ بھی پورے اختیارات اور سیاسی اقتدار و قوت کے ساتھ موجود ہوتا۔ اور وہ ان ”وباؤں کے مقابلہ“ کے لئے اصلاح اخلاق و اعمال قوم کی ایک جامع سکیم بھی مرتب کرتا۔ تمام اضلاعی اور میونسپل افسروں اور حاکموں کو ”ہوشیار“ رہنے کی ہدایت کر دیتا کہ وہ تمام اضلاع کے شہروں اور قصبوں و دیہات سے بد اخلاقی کے جرائم ختم کر دیں۔ دیہات اور شہروں کی عام صفائی کی ہم شروع کر دیں اور اس ہم میں اپنی بہت کوشش کو پوری طرح صرف کرنے کے ساتھ ساتھ پُراثر و عظیم و نصیحت کرنے والے مخلص علماء و صلحاء اور تبلیغی انجمنوں کا تعاون بھی حاصل کریں۔ سینوں کے کنوؤں کو فسق و فجور کے جرائم سے صاف کیا جائے۔ بدکاری و بد عملی کے گڑھوں کو پُر کیا جائے قلوب کے گھروں اور گلیوں سے غلط نظریات و خیالات کے گندہ پانی سے نکاس کا مکمل انتظام کیا جائے۔ قرآن و حدیث کے نسخہ شفا سے بیمار روجوں کا علاج کیا جائے اور دینی علوم کی تدریس کے لئے اسلامی درسگاہوں کی ڈسپنسریاں قائم کی جائیں۔

اگر ظاہری تدبیروں کے ساتھ ساتھ یہ باطنی تدبیریں اور علاج کے قرآنی طریقے استعمال کئے جائیں تو یقیناً ان خطرات کا انسداد ہو سکے گا۔ ورنہ اگر یہ عذاب الہی کا ایسا کرشمہ ہے تو عام متعارف

تدیروں سے اس کا مقابلہ کرنا کامیاب نظر نہیں آتا۔ اگر کسی ایک مرض کا دفیہہ کر بھی دیا گیا تو عذاب الہی کسی دوسری صورت میں ظہور کرے گا۔ اور پریشانی و بدحالی اور جان و مال کی تباہی بدستور باقی رہے گی۔ آیا کوئی جبل رشید ہے جو ان حقائق پر غور کرے۔

غلبہ و نصرت خداوندی کا ایک نسخہ۔ مملکت پاکستان میں رہنے والا ہر مسلمان ضرور یہ قلبی خواہش رکھتا ہے۔ کہ پاکستان ایک مضبوط و مستحکم ریاست ہو۔ دنیا کی دوسری حکومتیں اس کو عزت و وقار کی نگاہوں سے دیکھیں۔ اقوام عالم کی ہر مجلس میں اس کی رائے قیہ اور قابل احترام ہو۔ کسی دوسری حکومت کو یہ جرأت نہ ہو سکے کہ وہ ٹیڑھی نگاہوں سے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکیں۔ اس مملکت میں ایک ایسی مثالی حکومت قائم اور ایسا معیاری نظام جاری ہو کہ دنیا کی دوسری قومیں اس کی نقالی و پیروی کو اپنے لئے سرمایہ سعادت و کامیابی سمجھیں۔ لیکن ہمارے دلوں کی یہ خواہش کب پوری ہو سکتی ہے۔ اور ہماری قلبی تمنائیں حقیقت کا جامہ کب پہن سکتی ہیں۔ اس پر بھی ایک مومن کی حیثیت سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر مومنانہ ذہن و دماغ کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کیا جائے تو بہ آسانی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ کہ اس ملک میں قرآنی نظام حکومت کے سوا اور کوئی نظام زندگی کامیابی و ترقی کا قیض نہیں ہو سکتا۔ اگر پاکستان کا دستور و قیمن قرآن مجید کی بنیاد پر مرتب کر دیا گیا تو پھر ہماری وہ ساری تمنائیں یکدم پوری ہو جائیں گی جن کا مختصر تذکرہ سطور بالا میں کر دیا گیا۔ اُس وقت حقیقی غلبہ و ممکن ہم کو حاصل ہو جائے گا۔ اور ہر میدان مقاومت میں نصرت خداوندی اور توفیق الہی ہمارے ساتھ ہمراہ رہے گی۔ اس سلسلہ میں کسی مومن کے سامنے کچھ استدلال کہنے کی ضرورت ہی نہیں اور اگر کچھ کہا جائے تو بہت کچھ کہا بھی جاسکتا ہے۔ قرآن و حدیث کے نصوص ہماری گزشتہ تاریخ اور ہمارے اکابر کے شاندار کارنامے صاف و صریح طور سے اس فیصلہ کی طرف ہماری رہنمائی کر رہے ہیں۔ آج کی صحبت میں صرف دو حدیثیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے اندازہ ہو جائے گا کہ قرآن مجید کو ضابطہ زندگی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قائد اعظم تسلیم کر کے اس کے اتباع کے صلہ میں اخروی نعمتوں اور کامیابیوں کے علاوہ اس دنیا میں کیا کچھ مل سکتے ہیں۔

شدا بن اوس کا بیان ہے کہ ہم کچھ لوگ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر تھے۔ کہ بنی عامر کا سردار بہ انداز خاص عصائے پیری کا سہارا لئے حلقہ حضور تک پہنچا۔ اُس نے آنحضرت سے بہت سے سوالات کئے اور کہا اِنَّ لَکُلِّ قَوْلٍ حَقِیْقَةٌ وَمَا حَقِیْقَةُ قَوْلِکَ ہر دعویٰ کی ایک حقیقت ہوتی ہے آپ کے دعوے کی کیا حقیقت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا

خدا کی قسم اسلام کا کام پورا ہو کر رہ گیا۔ میں نے حضور کی زبان سے یہ سنا ہے کہ لوگو میرے ساتھ لا الہ الا اللہ کہو۔ عرب تمہارے تابع فرمان ہو جائیں گے اور عجم باجگزار۔ خدا کی قسم تم قیصر و کسریٰ کے خزانے کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر ج ۱ ص ۱۲۳)

اب بھی عرب و عجم کو باجگزار کرنے اور ہندوستان کو پھر تابع فرمان بنانے کے لئے صرف یہی نسخہ کار گر ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کے ساتھ اجتماعی طور سے کلمہ طیبہ پڑھیں اور یہ صدق دل کے ساتھ طے کریں کہ اس مملکت پاکستان میں سوائے ایک اللہ تعالیٰ کے اور کوئی تائید باز نہیں۔ حکومت اسی کی ہے اور وزراء حکومت اسی کی نیابت و خلافت کے طور پر اس کے قانون قرآن و حدیث کو ملک میں نافذ کریں گے۔ اور یہ ایمان کا بنیادی نکتہ ہے کہ ان الحکمہ الا للہ۔ حکومت کسی کا حق نہیں مگر خاص خلیفہ دہندہ و برتر کا حق ہے (ایڈیٹرٹ فی حکمہ احدا۔ خدا کے حق حکومت میں کوئی دوسرا شریک و شہیم نہیں۔ فالحکم للہ العلیٰ الکبیر۔ حکومت کا منصب خدائے بلند و بزرگ ہی کے لئے ہے۔ فتعالی اللہ الملک الحق اللہ تعالیٰ ہی فرمان روائے اعلیٰ اور شہنشاہ برحق ہے۔ واللہ یحکمکم لا معقب لحکمہ۔ اللہ حکمرانی کرتا ہے کوئی اس کے حکم کو ہٹانے والا نہیں۔

ضروری تصحیح۔ ہمیں انوس ہے کہ گذشتہ ماہ جریدہ شمس الاسلام میں مندرجہ ذیل صفحات پر بہت سی غلطاطچھی ہیں جن کا از حد انوس ہے۔ تائین کرام نوٹ فرمائیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰	۸	فَاسْتَمِعُوا لَهُ	فَاسْتَمِعُوا لَهُ	۳۳	۲۱	وقال معمر	وقال معمر
۳۰	۹	الْفِتْوَا	الْفِتْوَا	۳۳	۲۹	سالمہ	سالمہ
۳۰	۲۰	فی الصلوۃ المفروضۃ	فی الصلوۃ المفروضۃ	۳۰	۱۸	عمادین	عماد بن
۳۰	۲۲	فَاسْتَمِعُوا لَهُ	فَاسْتَمِعُوا لَهُ	۳۱	۱۵	ازا	اذا
۳۱	۴	الامام الاحمد	الامام الاحمد	۳۳	۳	بقاۃ	بقاۃ سطر ۱۱ ایضاً
۳۱	۱۹	فَالْفِتْوَا	فَالْفِتْوَا	۳۳	۱۲	الکتب	الکتب
۳۲	۱۵	ابواللہ داء	ابواللہ داء	۳۵	۱۹	علیکم بالنسۃ الخلفاء	علیکم بنسۃ الخلفاء
۳۵	۶	بقاۃ الکتاب	بقاۃ الکتاب			الراشدین الخ	الراشدین الخ
۳۵	۱۰	ملی قوۃ تروا	ملی قوۃ تروا				

عرسِ مجددِ دہلہ

(از فیض لودھیانوی ... بجلال)

ول بہت بیتاب ہے سر منہ جانے کیلئے : رورہا ہوں داستانِ غم سنانے کیلئے
 وقت کہتا ہے کہ پھر عرسِ مجدد ہے قریب : اڑ کے جا پنچوں وہاں ایسے کہاں میرے نصیب
 اس سفر میں آج بچہ مشکلیں دیکھیں ہیں : ہر قدم پر دیئے آزار بداندیش ہیں
 اُن یہ کیسا دن دکھایا گردشِ ایام نے : پاؤں میں زنجیر ڈالی مختلف آلام نے
 ایک معمولی سی منزل بھی نہایت دور ہے : شیخؒ کا مشتاق یارب کس قدر مجبور ہے
 اسے تصور ہر جگہ کی واقفیت ہے تجھے : ہر بانی کو مزارِ پاک پر لے چل مجھے
 آہ کن آنکھوں سے دیکھوں منظرِ یاسِ آفریں : زائرِ دل کا ذکر کیا کوئی مجاور بھی نہیں
 آستانِ عالیہ پر نور کی بارش تو ہے : گم ہے لیکن حق پرستوں کا ہجوم پے پے
 چشمِ ظاہر میں جملہ بام و دانسان ہیں : ورد ہوتا تھا جہاں وہ مسجدیں ویران ہیں
 موت کا پرہ ہے اُن باغات میں ہر چار سوا : جن میں اکثر گونجتا تھا نعرہ اللہ ہو
 ظالمانہ دور میں انسانیت مفقود ہے : دیکھتا ہوں حوضِ کا پانی بھی خون آلود ہے
 کہہ رہا ہے گنبدِ مرقد زبانِ حال سے : قوم کو غافل نہ ہونا چاہئے اعمال سے
 دیکھتے ہی دیکھتے افسوس یہ کیا ہو گیا : ہند میں اہلِ طریقت کا مقدر سو گیا
 سب ”مہاجر“ بن کے آئیے ہیں پالتان میں : اب یہ مُرشد سے ملیں گے حشر کے میدان میں
 فیضِ ایسا عرسِ لاثانی نہ دیکھا تھا کبھی
 آدمی شامل نہ ہوں جس میں فرشتے ہوں سبھی

حیدر آباد دکن ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہے۔ اس کی فوج ہندوستان کی سب ریاستوں سے بڑی۔ اس کی آمدنی سب سے زیادہ۔ اس کا سکّہ الگ ڈاک اور تار کا انتظام علیحدہ۔ غرض وہ ہر لحاظ سے ایک آزاد ملک کی تمام ضروریات کی حامل ہے۔

حیدر آباد دکن — ایک نظر میں

رقبہ اور آبادی۔ ۸۲۶۹۸ مربع میل۔ آبادی ڈیڑھ کروڑ جس میں پندرہ فی صدی مسلمان اور بچاسی فی صدی غیر مسلم ہیں۔ غیر مسلموں میں شودر رعایا اکثریت میں ہیں۔ انہیں سکھو میٹر کہا جاتا ہے اور یہ چاروں کی سی زندگی گزارتے ہیں۔

زبان۔ نسلی طور اور لسانی اعتبار سے حیدر آباد دکن کے تین حصے ہیں:-

۱۔ تلنگانہ۔ جہاں تنگنی بولی بولی جاتی ہے۔ ۲۔ مرہٹھاڑ۔ جہاں مرہٹی زبان رائج ہے۔ ۳۔ تاملی۔ جہاں تامل زبان کا رواج ہے۔ ان سب زبانوں کے رسم الخط بھی مختلف ہیں سرکاری اور عدالتی زبان اردو ہے۔

صوبے اضلاع اور دیہات :- حیدر آباد میں پانچ صوبے ہیں۔ ۱۔ اورنگ آباد شمال مغرب میں جس پر حملہ ہوا ہے۔ ۲۔ گلبرگہ جس پر ہندوستانی فوجوں نے شولا پور سے یورش کی ہے۔ ۳۔ دنگل جس پر رینہ دادہ اور چاندا سے حملے کئے گئے ہیں (۴) بیدر (۵) گلشن آباد میدک جس میں حیدر آباد کا شہر واقع ہے) ان صوبوں میں پندرہ اضلاع اور ایک سو تین تعلقے شامل ہیں ۱۳۵ شہر اور قصبے اور اکیس ہزار چھ سو ستاونے دیہات ہیں۔

بڑے بڑے شہر۔ حیدر آباد دکن کے مشہور اور بڑے شہر یہ ہیں۔ حیدر آباد۔ گلبرگہ۔ رانچور (جو حیدر آباد کو بمبئی جانے والی ریلوے لائن پر ایک اہم جنکشن ہے) دنگل۔ سکندر آباد نظام آباد۔ نانڈیڈ۔ دولت آباد۔ اورنگ آباد۔ بیدر۔

فوجی طاقت۔ آج سے اٹھارہ سال پہلے ۱۹۳۰ء کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدر آباد کی فوج میں بیس ہزار کے قریب سپاہی امداد شامل ہیں۔ اس کے بعد عالمگیر جنگ کی وجہ سے اس میں کافی اضافہ ہوا اور اب تک تازہ خطرات کی بنا پر ایک سال سے بھرتی جاری تھی۔ حیدر آبادی فوج میں اس وقت کتنے سپاہی موجود ہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر تازہ اعداد و شمار نہ مہیا کئے

گئے ہیں۔ اور نہ فوجی مصالح کے پیش نظر ایسا کرنا مناسب ہے۔ ہزار ہا رضا کار بھی فوجی تربیت حاصل کر چکے تھے اور یہ فوج پرست نادر ہیں حیدر آبادی فوج میں طیاروں کی بھی خاصی تعداد شامل ہے۔

مالی حالت۔ حیدر آباد ہندوستان کی سب سے دولت مند ریاست ہے ۱۹۳۷ء میں سالانہ آمدنی ساڑھے آٹھ کروڑ کے قریب تھی۔ جو سی۔ پی۔ بہار اور اڑیسہ کی آمدنیوں کی مجموعی رقم کے برابر ہے۔ حیدر آباد کو چھوڑ کر ہندوستان کی دولت مند ترین ریاست میسور ہے اور حیدر آباد کی آمدنی میسور سے بھی سنگنی ہے۔ اچھی مالی حالت ہی کی وجہ سے حیدر آباد پر ۱۹۳۰ء کے معاشی بحران کا کوئی بُرا اثر نہ پڑا۔ حالانکہ ساری دنیا اس معاشی انحطاط سے متاثر ہوئی تھی۔ حیدر آباد میں کئی نہری پراجیکٹ بھی بنائے گئے ہیں جن سے ملکی خوشحالی میں معتدبہ اضافہ ہوا ہے۔

زراعت۔ عتادون فی صدی آبادی کاشتکار ہے۔ اراضی کا نظام ”رعیت داری“ ہے۔ قابل کاشت رقبے کے پچھن فی صدی حصہ پر ریاست کا براہ راست نظم و نسق قائم ہے۔ باقی جاگیریں ہیں۔ جو حقیقت میں خود مختار ریاستیں ہیں۔ لیکن نظام کے ماتحت ریاست کا دس فی صدی قابل کاشت رقبہ نظام کی ذاتی ملکیت ہے۔ جسے جاگیر صرف خاص کہا جاتا ہے تین اور بڑی جاگیریں پائنگ ہیں کہلاتی ہیں۔ ۱، پائنگہ خورشید جاہ ۲، پائنگہ آسان جاہ ۳، پائنگہ قمار الامراء پیداوار۔ جوار، باجرو اور مختلف قسم کی دالیں اس کی خاص پیداوار ہیں۔ حیدر آباد ہر قسم کی دالیں اس قدر پیدا کرتا ہے کہ اگر وہ ہند کو دنیا بند کر دے تو جنوبی ہند کو ایک سخت مشکل سے دوچار ہونا پڑ جائیگا کیسوں حیدر آباد میں کم پیدا ہوتا ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عوام کیسوں نسبتاً کم استعمال کرتے ہیں۔ وہ زیادہ تر جوار اور چاول استعمال کرتے ہیں اور یہی سب سے بڑی پیداوار ہیں۔

تیس لاکھ ایکڑ رقبے میں کیپاس کی کاشت کی جاتی ہے اور یہاں لمبے ریشے کی اعلیٰ کیپاس پیدا ہوتی ہے۔

کارخانے۔ حیدر آباد میں کپڑے کی صنعت بہت ترقی کر چکی ہے عثمان شاہی اور نظام شاہی ملیں سوئی کپڑا تیار کرتی ہیں۔ سرسک اور اورنگ آباد سسک ملز ریشمی کپڑا بناتی ہیں۔ کپڑے کے معاملے میں حیدر آباد خود کفیل ہے۔ روٹی اونٹنے اور صاف کرنے کے دوسو پچاسی کارخانے ہیں۔ کاغذ شکر۔ سینٹ اور کیمل اشیاء کے کارخانے بھی قائم ہیں۔ شاہ آباد کا سینٹ کا کارخانہ سارے جنوبی ہند کو سینٹ ہیا کرتا ہے۔

کانیں۔ جنوبی ہند کی سب سے بڑی کوئلے کی کان حیدر آباد میں ہے اور مدراس کوئلہ کمپنی سے جاتا ہے۔ جنوبی ہند کو جو کوئلہ ریل سے جاتا ہے وہ سب کمپنی سے روانہ ہوتا ہے۔ سب سے بڑی کان

سنگارینی کے مقام پر ہے۔ جو کلکتہ اور اس لائن کے بیروادہ جنگشن سے قریب ہی ہے۔ حیدر آباد میں ایک سونے کی کان بھی ہے۔ جس سے تھوڑا بہت سونا مل جاتا ہے۔

الکھل۔ الکھل اس قدر مقدار میں تیار ہوتا ہے کہ آج کل تمام خانگی اور سرکاری موٹروں میں پٹرول کی بجائے یہی استعمال ہوتا ہے۔ حیدر آباد میں ریلوے بسوں کا جو جال پھیلا ہوا ہے۔ ان میں بھی پٹرول کی جگہ الکھل استعمال ہوتا ہے۔

ریلیں اور سڑکیں۔ حیدر آباد میں کئی ریلوے لائنیں ہیں۔ مثلاً ۱۔ بھڑاڑہ سے ایک لائن درنگل وٹاں سے سکندر آباد اور حیدر آباد جاتی ہے۔ (۲) ایک لائن حیدر آباد سے جنوب میں محبوب نگر ہوتی ہوئی کرول جاتی ہے (۳) ایک لائن حیدر آباد سے واڑی جنگشن اور وٹاں سے گلبرگر ہوتی ہوئی شہلا پور جاتی ہے۔ گلبرگر میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا مزار ہے (۴) ایک لائن حیدر آباد کے قریب سے نکھل کر شمال میں پیدا ہوتی ہوئی پر بھنی جاتی ہے (۵) ایک لائن حیدر آباد سے نظام آباد پر بھنی، جالندہ، اورنگ آباد اور دولت آباد ہوتی ہوئی منٹار جاتی ہے (۶) ایک لائن درنگل سے نکھل کر شمال میں تاندور ہوتی ہوئی چاندہ جاتی ہے (۷) ایک چھوٹی سی لائن پورنا دامین نامدا وپر بھنی (۸) سے نکھل کر منگولی جاتی ہے (۹) ایک لائن واڑی جنگشن سے نکھل کر سیدھی جنوب کو جاتی ہے۔

غرض تمام بڑے بڑے مقامات ریلوے کے ذریعے سے ملے ہوئے ہیں۔ علاوہ برین ملک میں پختہ سڑکوں کا ایک جال چھھا ہوا ہے۔ اور شاید ہی کوئی قابل ذکر مقام ایسا ملے جہاں جانے کے لئے ریل کی لائن یا موٹر کی سڑک نہ ہو۔ اورنگ آباد کے قریب خلد آباد میں عالمگیر عظیم کا مزار ہے۔

حیدر آباد کی شہرہ آفاق عمارتیں۔ حیدر آباد کی قابل ذکر عمارتیں یہ ہیں، در۱، قلعہ مسجد واقع حیدر آباد ۲، چارمینار جو حیدر آباد کے عین وسط میں ایک نہایت عمدہ عمارت ہے۔ حیدر آباد کے سکوں پر بھی چارمینار ہی کی تصویر ہوتی ہے۔ ۳، جامعہ عثمانیہ (۴) عدالت عالیہ (۵) کتب خانہ آصفیہ۔

دائرہ میں مَرح نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت

ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی پی ارسال ہوگا

جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا

چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں (علامہ حسین مینچر شمس الاسلام)

مَرح نشان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حکومت الہی و استخلاف فی الارض

اقامت مسلمہ کا مقصد حیات

اسلامی حکومت کے اغراض و مقاصد

(اداسہ)

(۴)

اقامتِ دین نصبِ خلیفہ پر موقوف ہے۔ معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کا نصب العین یا اجتماعی فریضہ اقامتِ دین ہے۔ اقامتِ دین کا دار و مدار اس امر پر ہے کہ مسلمان اپنے میں سے ایک ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کریں جہاں میں سب سے زیادہ علم، اخلاق، دیانت، تدبیر و دانش اور جسمانی قوت و شوکت رکھتا ہو۔ اور اس کو مسلمانوں کا اعتماد بھی حاصل ہو۔ اس خلیفہ کا فرض ہے کہ وہ مذکورہ بالا اسلامی اغراض و مقاصد کو شریعت کے مطابق حاصل کرے۔ اجتماعی فرائض بجالائے۔ تمام امت کا فرض ہے کہ وہ معروف میں خلیفہ کی بلا چون و چرا اطاعت کرے؛ اس کے حکم پر اپنا جان و مال قربان کر دے۔ جہاد فی سبیل اللہ میں سست قدم نہ ہو۔ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ یا نائب ہوتا ہے اور یہ ریاست عامہ ہے۔

جب یہ ریاست عامہ ایک خلیفہ کے ماتحت منظم و جاری ہو جائے تو پھر علماء اسلام کا فرض ہے کہ وہ علوم و دینیہ کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہو جائیں، قاضی اپنے اپنے علاقوں میں احکام شرع کے مطابق فیصلے کرنے لگیں۔ امراء جیوش جہاد کی تیاری میں مصروف ہو جائیں۔ ہر معاملہ اور خطہ پر عدل و انصاف، دیانت و تقویٰ اور اطاعت امر کو ملحوظ رکھیں۔

نصبِ خلیفہ تمام مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دیکر اسلئے بھیجا تھا کہ وہ اس دین حق کو تمام ادیان پر غالب کر دیں۔ یعنی دنیا سے انسانوں کے بنائے ہوئے تمام ظالمانہ و مفسدانہ نظامات مٹ جائیں اور

ان کی جگہ تمام دنیا میں دین حق قائم ہو جائے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک پوری امت کو برپا کیا تھا تاکہ حضورؐ کے بعد ہر ملک ہر قوم ہر زمانہ اور ہر حال میں یہ دعوتِ حق ہمیشہ بلند ہوتی رہے۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا باقی نہ رہے کہ بندگانِ خدا پر اللہ تعالیٰ کی یہ حجت پوری نہ ہو چونکہ آنحضرتؐ صلعم کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہ تھا۔ آپؐ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا اسلئے ہدایتِ خلق اور اتمامِ حجت کی یہ پوری ذمہ داری ہمیشہ کے لئے آپؐ کی امت پر ڈال دی گئی۔ اور امت محمدیؐ کا یہ اجتماعی فریضہ اور نصب العین قرار پایا کہ وہ دین حق کو قائم کریں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:-
واجب بالکفایہ است بر ملین الی یوم القیامۃ نصب خلیفہ مستبح شرط پند وجہ۔ یعنی قیامت تک کیلئے تمام مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے کہ وہ ایک خلیفہ کو جنہیں خلافت کی تمام شروط صحیح ہوں مقرر کریں۔

اس لئے کہ مذکورہ بالا اجتماعی فریضہ اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے کہ مسلمان ایک شخص کو اپنا امیر اور خلیفہ مقرر کریں۔ اجتماعیت کا مرکزی نقطہ امیر کی ذات ہی ہوتی ہے۔ اسلام کی اجتماعی زندگی کا محور و مرکز خلیفہ کی ذات ہوتی ہے۔ اس کے بغیر اجتماعی زندگی کا حصول و قیام ناممکن ہے۔ شاہ صاحب اس کے چند وجوہ بیان فرماتے ہیں:-

یکے آنکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نصب خلیفہ و تعیین او پیش از دفن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ شدند پس اگر شرع و وجوب نصب خلیفہ ادراک نمیکردند بریں امر خطیر مقدم نمی ساختند و این وجہ اثبات دلیل شرعی از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می نمایند بر وجہ اجمال۔ ترجمہ۔ اول یہ کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر خلیفہ کے تقرر و تعیین کو مقدم نہ کیا۔ اگر صحابہ وجوب نصب خلیفہ کو فروعیت سے ادراک نہ کرتے تو حضورؐ کے دفن پر جو ایک امیر عظم تھا اس کو مقدم نہ کرتے۔ اور یہ وجہ اثبات دلیل شرعی بر وجہ اجمال ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ قرونِ ثلاثہ کے بعد مسلمان اسلام کے اس اہم نقطہ اور دین کے اولین تقاضے و مطالبہ کو سمجھ کر اپنا اجتماعی فریضہ بجالائے اور اپنی خدا پرستی اور یکجہتی کا ثبوت دیدیتے مگر دائے بدقسمتی کہ آنیوالی نسلوں نے خلافت کی حقیقت اور اجتماعی زندگی کی ضرورت و اہمیت کو تو سمجھا نہیں اس سخت نزاع میں الجھ گئے کہ خلافت کس کو ملنی چاہئے تھی۔ اسی میں صدیاں گزرا دیں اور دشمنانِ دین

کو موقع دے دیا کہ وہ آٹھ کر اپنے نظامہائے باطلہ قائم کر لیں۔ گویا دانستہ طور پر مسلمانوں نے اذبان باطلہ میام کا راستہ خود صاف دھوا کر کیا۔

ایک ننگِ پنجتن ہے ایک ننگِ چار یار

اسلام کے ان نادان دوستوں اور پنجتن و چار یار کے پجاریوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کا غلام بنا کر رکھ دیا۔

دوئم آنکہ در حدیث وارد شدہ است مَنْ مَاتَ وَكَيْسٌ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مَعِيَّةً جَاهِلِيَّةً۔ یعنی دوسری وجہ یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو اس حال میں مر جائے کہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت کا حلقہ نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور یہ نص شرع ہے۔ اس حدیث نے تو صاف طور پر امت مسلمہ کو بتلادیا کہ مسلمانوں کے لئے مقدم و اہم فریضہ ایک خلیفہ کا تقرر ہے۔ اس کے بغیر انکو اسلامی زندگی میسر نہیں آسکتی مگر مسلمان آج تک اس امر اہم سے غافل و لاپرواہ نہیں اور غیر اسلامی زندگی ہی کو اسلامی زندگی سمجھ بیٹھے ہیں۔

سوئم آنکہ خدا تعالیٰ جہاں قضا و احیاء علوم دین و اقامت ارکان اسلام و دفع کفار از خورہ اسلام فرض بالکفایہ کر دیند و ایں ہمہ بدول نصب امام صورت نگیرد و مقدمہ واجب واجب است کبار صحابہ بریں وجہ تنبیہ نمودہ اند۔ ترجمہ۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں قضا و احیاء علوم اسلام اقامت ارکان اسلام اور اسلامی ممالک سے کفار کو دفع کرنا فرض بالکفایہ قرار دیا ہے۔ اور یہ تمام امور بغیر نصب خلیفہ کے سرانجام نہیں پاسکتے۔ اور واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے۔ اکابر صحابہ کو اس وجہ سے اچھی طرح واقف و آگاہ ہے۔

مسلمان اپنے اجتماعی فریضہ سے کیوں غافل رہے؟ حیرانی ہوتی ہے کہ جب

قرآن و حدیث اپنی محفوظ صورت میں موجود رہے، علماء ان کی درس و تدریس اور حفاظت و اشاعت بھی کرتے رہے اور یہ واضح احکام بھی ان کے سامنے رہے تو وہ کیوں اسلام کی انقلابی دعوت دین حق کے مقتضات اور اپنے اجتماعی فرائض سے ناواقف و غافل ہو گئے۔ معلوم نہیں کہ ان کی دینی بصیرت اور ذوق اجتہاد کہاں جا کر سو گیا تھا کہ دنیا میں باطل نظام قائم ہوتے رہے اور یہ بیٹھے ہوئے دیکھتے رہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب دنیا میں یورپ کی ناری روشنی پھیلی۔ دین و سیاست میں تفریق ہوئی مغربی علوم و افکار کا غلغلہ بند ہوا اور فرنگی سیاست کا طوطی بولا تو ہمارے مذہبی پیشوا اور ارباب سیاست کفار سے ذہنی شکست کھا گئے۔ سیاست و تمدن میں کتاب و سنت سے روشنی

و ہدایت لینے کا کام انکو یاد نہ رہا۔ دوسری قوموں کی طرح وطنیت و قومیت کا وہ بھی شکار ہو گئے اور مغربی افکار و نظریات کو اپنے دل و دماغ پر برتری طرح مسلط کر لیا۔ نتیجہ یہ کہ وہ اسلام کی اجتماعی دعوت اور سیاسی نظریہ سے نا آشنا ہو گئے اور آج تک ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی کہ اسلامی نظام کیسے قائم ہوا کرتا ہے؟ اور اس کی صحیح اسلامی صورت کیا ہے؟ وہ اسلامی جذبات و حسیات ضرور رکھتے ہیں، اسلام کی برتری اور مسلمانوں کی بہتری کا عشق بھی رکھتے ہیں اور ناموس اسلام پر کٹ مرنے کی دھن بھی رکھتے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس کے لئے صحیح طریق کار کیا ہے؟

پس ضروری ہے کہ آج مسلمانوں کے سامنے خلافت کی حقیقت، دین حق کا مفہوم، اقامت دین کا مقصد اور اجتماعی فریضہ رکھا جائے۔ ایک ایک چیز کو بالتفصیل سمجھایا جائے اور ان کی سیاسی زندگی کا رخ اسلام کی طرف موڑا جائے۔

آگے بڑھنے سے پہلے مذکورہ بالا مباحث کا خلاصہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ آج مسلمانوں پر سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے اقامت دین کے مقصد کو رکھیں اور اس کے لئے لقب خلیفہ کا فکر و اہتمام شرط اول ہے۔ اس کے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ خلافت کی شروط کیا ہیں؟

شروط خلافت۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اصل چیز یہ ہے کہ جیسا کہ گذار خلافت سے مراد احیاء علوم دین، اقامت ارکان اسلام، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، قیام امر جہاد و قضا اور اقامت حدود ہے۔ پس ان امور کے لئے جو شرط ہوگی وہی شرط خلافت بھی ہوگی۔ یعنی ارباب حل و عقد اور عوام و خواص جس شخص کو اس قابل سمجھیں کہ وہ بطریق احسن ان تمام امور کی انجام دہی کی قابلیت و صلاحیت رکھتا ہے، اسی کو اپنا خلیفہ بنالیں۔

علاوہ ازیں ایک شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ اسلئے ریاست مسلمین کی قیادت و رہبری مسلمان ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عاقل و بالغ ہو اسلئے کہ مجنوں، سفہہ اور بچہ ان امور کی سربراہی نہیں کر سکتا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مرد ہو عورت اس کام کے قابل نہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی دختر کو اپنا بادشاہ بنایا ہے تو آپ نے فرمایا: **مَا فَخِخَ قَوْمٌ وَلَوْ اَمَرُوا هُمْ امْرَاةً اُس قوم نے کبھی فلاح نہیں پائی جس نے عورت کو اپنا بادشاہ و امیر بنایا۔ پھر عورت عقل و دین میں فطرتاً ناقص ہوتی ہے۔ جنگ و بیکار کے قابل نہیں ہوتی، مجالس و محافل میں نہیں آ سکتی پس اُس سے امور مطلوبہ کی امید رکھنا عبث ہے۔**

چوتھی شرط یہ کہ وہ آزاد ہو اسلئے کہ غلام حضرات میں قابل شہادت نہیں ہوتا علاوہ لوگ اس کو حقیر سمجھتے ہیں اور وہ اپنے آپ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے۔

پانچویں شرط یہ کہ وہ سمیع، متکلم اور بصیر ہو۔ یعنی اندھا، بہرا اور گونگانہ ہو۔ اس شرط کی وجہ بالکل ظاہر ہے۔

چھٹی شرط یہ کہ وہ شجاع اور صاحب رائے ہو، سپہ گری اور فنون جنگ سے واقف ہو اس سلسلہ میں تجربہ بھی رکھتا ہو۔ تن آسان اور آرام طلب نہ ہو۔

ساتویں شرط یہ کہ وہ عادل و منصف ہو۔ یعنی کباہر سے محسوب ہو۔ صفائے برہان نہ کرنا ہو۔ فاسق و ناجر نہ ہو۔

آٹھویں شرط یہ کہ وہ مجتہد ہو۔ اسلئے کہ خلافت سے مراد قضاء احوال و علوم دین امر یا المعروف و نہی عن المنکر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اعظمیٰ کی سرانجام دہی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے۔

یہاں اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ جملہ احکام فقہ کو جانتا ہو پھر ان کے دلائل تفصیلیہ کتاب و سنت اور اجماع الناس کا علم رکھتا ہو۔ اور اس کی فکر و نظر میں اپنی جان ہو کہ وہ پیش آمدہ حالات میں مختلف احکام میں مرجع قول کو اختیار کر سکے۔ ملت کے انفرادی و اجتماعی قوانین و ضوابط کی ٹھیک ٹھیک پیروی کر سکے۔ امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: پس دریں زمانہ مجتہد اندش مگر کسیکے

جمع کردہ باشد پنج علم را علم کتاب قراءۃ و تفسیر و علم سنت باسناد آں و معرفت صحیح و ضعیف در آن و علم اقدیل سلف تا ان اجماع تجا و نہ نماید و نزدیک اختلاف علی توہین قول ثالث اختیار کند و علم عربیت از لغت و نحو و غیرہ۔ و علم طرق استنباط و وجوہ تطبیق بین المتخلفین۔ بعد از ان اعمال فکر کند و مسائل جزئیہ و ہر حکم را منوط بدلیل او بشناسد و لازم نیست کہ مجتہد مستقل باشد مثل ابی حنیفہؒ و شافعیؒ بلکہ مجتہد منسوب کہ تحقیق سلف را شناختہ و استدلالات ایشان فہمدہ و ظن قوی در مسئلہ بجم رساند کافی است۔ ترجمہ۔ اس زمانہ میں کوئی شخص مجتہد نہیں ہو سکتا جب تک وہ پانچ چیزوں کا علم نہ رکھتا ہو۔ اول قرآن پاک تفسیری علم۔ دوم احادیث کی اسناد کا علم اور صحیح و ضعیف کی معرفت۔ سوم بزرگان سلف کے اقوال کا علم تاکہ کسی محالہ میں اجماع سے تجاوز نہ کرے۔ اور جب دو قولوں میں اختلاف نظر آئے تو قول ثالث کو اختیار نہ کرے۔ چہاں عربی زبان یعنی لغت و نحو وغیرہ کا علم پنجسم۔ استنباط و وجوہ بطبیق بین المتخلفین کے طریقوں کا علم یعنی یہ جانتا ہو کہ کتاب و سنت سے استدلال و استنباط کے شرائط و قواعد کیا ہیں۔ اور دو مختلف اقوال میں تطبیق

دینے کا طریقہ کیا ہے۔ بعد ازاں خود غور و فکر کرے مسائل جزئیہ میں صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرے۔ ہر حکم کی دلیل و علت معلوم کرے۔ یہ بات لازم نہیں کہ وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ وغیرہ اماموں کی مانند مستقل مجتہد ہو بلکہ مجتہد منسوب ہونا کافی ہے یعنی آئینی بات کافی ہے کہ وہ سلف کی تحقیق اور ان کے استدلال سے واقف و آگاہ ہو اور ہر معاملہ میں ظن قوی ہم پر ہو بچائے۔

مطلب یہ ہے کہ آئمہ مجتہدین اور بزرگان سلف نے قرآن و حدیث سے ہدایت و روشنی حاصل کرنے اور زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں احکام شرع معلوم کرنے کے قواعد و اصول اور شرائط و آداب مقرر کر دیے ہیں۔ اس کے بعد اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا ہے کہ اب آئندہ نسلیں پیش آمدہ حالات میں خود احکام شرع معلوم کریں اور اسلامی زندگی اختیار کریں۔ اپنی فکری قوتوں و صلاحیتوں سے کام لیں اور کسی معاملہ و مرحلہ میں بھی احکام الہی سے تجاوز و انحراف نہ کریں۔ اپنی زندگی کو پریشان و منتشر نہ ہونے دیں۔ تہذیب، تمدن، معاشرت، معیشت اور سیاست وغیرہ تمام امور میں احکام الہی کے مطیع و متقار رہیں۔ مگر یہ کام ہر کس و نا کس کا نہیں بلکہ یہ کام مسلمانوں کے امیر و خلیفہ کا ہے کہ وہ ملت مسلمہ کی نگرانی کرے، ان کو افرادی و اجتماعی طور پر بے راہ روی، انارگی، انتشار فرقت بندی، خود غرضی اور بغاوت و سرکشی سے روکے رکھے۔ ان کی علمی و عملی قوتوں سے صحیح کام لے۔ انکی نگاہوں سے اسلامی نصیحت العین اور اسلامی طریقہ کار اوچھل نہ ہونے دے۔ ان میں خلوص و ایثار، صبر و استقامت اور جہاد فی سبیل اللہ کی روح کو زندہ و تابندہ رکھے۔ علماء کے اجتہاد اور ائمہ کے جہاد کو اسلام کی شرائط مستقیم سے نہ ہٹنے دے۔

یہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ اجتہاد چاروں اماموں پر ختم ہو گیا۔ جو کچھ قرآن و حدیث سے سمجھنا تھا وہ ان چاروں اماموں نے سمجھ لیا۔ اب قرآن و حدیث کے احکام و مسائل اور حقائق و معارف کو سمجھنے اور سمجھانے کا کام ختم ہو گیا۔ تفقہ فی الدین کا منصب صرف ان چاروں اماموں کا تھا۔ آئندہ نسلوں کو اندھا دھند اپنی کی تقلید و پیروی ہی کرتے رہنا چاہئے۔ خواہ دنیا کے حالات کچھ ہی ہوں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اور اسی اندھی تقلید نے مسلمانوں کو اسلام کی صحیح روح سے محروم کیا ہے۔ اور وہ دین سے آزاد ہو گئے ہیں۔ اس محرومی اور آزادی کا صحیح علاج یہی ہے کہ مسلمان اپنی سیاسی و تمدنی زندگی کا رخ اسلام کی طرف پھیریں۔ اسلام کا اجتماعی نظام اختیار کریں اور اپنی امارت و مرکزیت قائم کریں۔

(باقی آئندہ)

ایک دلچسپ مناظرہ

(قسط پنجم)

(مولانا رشید احمد صاحب پناہوی خطیب جامع مسجد چمڑہ منڈی لاہور)

چونکہ اس مناظرہ سے ہمارا مقصد کوئی مجادلہ یا مکابرہ نہیں تھا بلکہ احقاق حق مقصود تھا اس لئے ہم صدارت جیسی پابندیوں سے بھی بے نیاز تھے لیکن چند اجاب نے مولانا حبیب احمد سیالکوٹی جو ایک فاضل اور محقق عالم ہیں ان کو ثالث تسلیم کرتے ہوئے کھڑا کر دیا کہ آپ فیصلہ فرمائیں چونکہ وہ اس مناظرے میں ابتداء سے لیکر اخیر تک تھے اور تمام دلائل ان کے ذہن نشین ہو چکے تھے اسلئے انہیں فیصلہ کرنا کوئی دشوار نہ تھا وہ تیار ہو گئے آپ نے مختصر حمد و ثناء کے بعد اس طرح ارشاد فرمایا شروع کیا۔ حاضرین مجلس! میں اس اعزاز بخشی کے قابل اپنے آپ کو نہیں سمجھتا کہ میں اس مدققانہ بحث کا کوئی فیصلہ کر دوں لیکن آپ چونکہ مجھے مجبور کر رہے ہیں اسلئے میں نے جو صاحبان کی ان فاضلانہ تقریروں سے نتیجہ اخذ کیا ہے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں حضرات! میں ان تمام پیش کردہ دلائل متضادہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بغیر ان دونوں طاقتوں (یعنی روحانی و مادی) کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے اگرچہ روحانی طاقت ہم مسلمانوں کا ایک طرہ امتیاز ہے اور مادی طاقتوں کے بغیر بھی اس عالم اسباب میں رہنا پسندیدہ نہیں ہے لیکن آج مجھے افسوس ہے کہ بنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس ان دونوں قوتوں میں سے کوئی بھی قوت باقی نہیں رہی اصحاب کرام رضوان اللہ اجمعین کی زندگی پاک کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان میں یہ دونوں قوتیں موجود تھیں اگر رات کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے کھڑے صبح ہو جاتی ہے تو صبح کفار کے مقابلے میں بہت کم مصروف نظر آتے ہیں۔ اگر ساری ساری رات سر بسجود ہو کر اللہ کی بارگاہ میں روئے ہیں تو صبح شمشیر بدست ہو کر کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں ان کی حیات مقدس کو بغور دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان میں ان دونوں قوتوں کے اجتماع کی ضرورت ہے مگر آج مسلمانوں میں دو گروہ نظر آ رہے ایک تو وہ طبقہ ہے جو مادی طاقت کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کے لئے کوشاں ہے جو کہ دنیا کے سیاسی انقلابات کا نتیجہ ہے ان نوجوانوں اور کالج کے گریجویٹوں کا نصب العین صرف اقتصادی، معاشرتی، معاملات کی گتھیوں کو سلجھانا ہے۔ مذہب سے اور خدائے مذہب سے انہیں کوئی سروکار نہیں ان کا تن من و حق سب دنیاوی ترقی

اور یہودی کے لئے وقف ہے اور جو لوگ مذہب کے پابند ہیں ان کی پھبتیاں اڑانا اور ان پر آواز کسانا کوفا تر عقل اور یہود قوت بنانا یہ ان کا خاص شیوہ ہے ان لوگوں کو آجکل کی نئی روشنی میں سنجیدہ طبقہ اور ترقی پسند طبقہ کہا جاتا ہے انہیں کے متعلق شاندار الہ آبادی مرحوم نے فرمایا ہے ۔
 ترقی کی نئی راہیں جو زیر آسمان نکلیں :۔ میاں مسجد سے نکلے اور حرم سے بیابان نکلیں
 دوسرے طبقہ لوگ ہیں جو نماز روزہ کی پابندی پر بہت زور دیتے ہیں اور دارمعی منڈھوں اور پتلونیوں کو بڑی حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور ان سے ملنا جلنا علیک سلیک کو قریب حرام سمجھتے ہیں اور آجکل کے سیاسی جھگڑوں سے متنفر رہتے ہیں تسبیح و مصلا کی بڑی تلقین کریں گے مگر جہاد کا لفظ بھولے سے بھی زبان پر نہ لائیں گے جہاد سے روگردان اور فوجی نظام و تنظیم سے ناواقف و نااہل ہوتے ہیں ان لوگوں کو بزرگ اور ولی اللہ کہا جاتا ہے انہی کے متعلق شاید علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے ۔

شیر مردوں سے ہوا بیشہ تحقیق تہی :۔ رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی
 یہ دونوں طبقے ایک دوسرے کو کستے رہتے ہیں لیکن حقیقت میں لوگ ان دونوں طبقوں سے متنفر ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں طبقے انفرادی طور پر کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ یہ اوصاف جو علیحدہ علیحدہ دونوں طبقوں کے افراد میں ہیں ایک جگہ مجتمع نہ ہو جائیں جو صوفی ہیں وہ مجاہد بن جائیں اور صرف پریٹ ہی جانتے ہیں وہ عابد اور اللہ کے پیارے بن جائیں ان دونوں قوتوں کے اجتماعی پاور سے ہی ہماری تمام مشکلات کا حل ہو سکتا ہے اور ہمارے اسلاف صالحین اور شاہان اسلام کی فتح و کامرانی کا باعث بھی فقط روحانی اور مادی قوتوں کا اجتماع ہوا تھا ۔
 نری مولویت بھی بدنام ہے :۔ نری عسکریت بھی کا نام ہے

مجاہد بھی ہو اور عابد بھی ہو :۔ یہی مختصر دین و اسلام ہے

مسلمان کا نظریہ تمام قوتوں سے مختلف ہے آج اشترعیائی قومیں جو ترقی کی شاہراہ پر گھڑی ہوئی نہیں نظر آرہی ہیں ان کا مٹھج نظر صرف دنیا کی عیش و عشرت اور اس عالم میں آسودگی سے زندگی بسر کرنا ہے مگر مسلمان اگر دنیا کو حاصل کرنا ہے تو اس کا مقصد صرف دنیا کا حصول ہی نہیں ہوتا بلکہ اس سے اعدائے کلمۃ اللہ اور دین اسلام کی نشرو اشاعت اور آخرت کی ابدی زندگی کا گوشہ بنانا مقصود ہوتا ہے اور اس عالم کے لئے تیاری کرنا مطلوب ہوتا ہے جو اس کی ابدی زندگی کا کفیل ہے ۔ علامہ مرحوم نے فرمایا ہے ۔

ضمیمہ مغرب ہے تاجرانہ مشرق ہے راہبانہ : دہاں دگرگون ہے لحظہ لحظہاں بدلتا نہیں زمانہ
اسی لئے عبادت کو ہماری زندگی کا ایک اہم ترین ضرور بنا دیا گیا ہے ہمیں دوسری قوموں کی ترقی کو دیکھ کر
غمگین نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان کا مقصد ہی فقط دنیا ہے اور ان کے لئے تو یہ حکم ہے کہ لا اخلاق لہم
فی الاخرۃ اللہ کے لئے آخرت کا کوئی حصہ نہیں وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہیں ہمیں تو دنیا کے
ساتھ ساتھ آخرت کا طلب کرنا بھی سکھایا گیا ہے۔ سرہنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرۃ
حسنۃ راے اللہ دنیا و آخرت کی اچھائیاں اور خوبیاں ہمارے حصہ میں فرما دے۔ ہمارا نظریہ
اور دوسری اقوام عالم کا نظریہ مختلف ہے۔

ہماری رہبانیت بھی ایسی رہبانیت ہے جو تمدنی و سیاسی پہلوؤں کو اپنی آغوش میں لئے ہوئی
معرض وجود میں آتی ہے۔ ایک دن عمر فاروقؓ دربار رسالت میں حاضر ہوتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو چٹائی پر لیٹے ہوئے دیکھا اتفاقاً خیال قیصر و کسری کے غلات کی شان و شوکت پر جا پڑا عرض :! کہ حضور
کیا آپ خدا کے پتے بھی نہیں ہیں حضور نے فرمایا کیوں نہیں! عرض کی تو پھر آپ اللہ کے محبوب ہو کر اس
چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور اللہ کے دشمن دنیا کی ناز و نعمت میں عیش لے رہے ہیں ان کے آرام کرنے کیلئے
ریشم و دیباچ کے بڑے بڑے گدیے اور میٹھے کیلئے مغل اور صوفے کی قالین ہیں! حضور علیہ السلام نے اپنے
جانشانِ غلام کو اس طرح سمجھایا کہ اے عمر فاروق کیا تو اسے پسند نہیں کرتا کہ ان کو دنیا کی نعمتیں ملیں اور
ہم کو آخرت کی جوابدہی اور دائمی ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی توجہ جب اس طرف مبذول کرائی گئی
تو آپ نے فرمایا کہ رضیت باللہ ربّاً و بالاسلام دیناً و بالمحمد نبیّاً و سرہوکلّہ ان کی
طبیعت! اگر ذرا بھی دنیا کی ترقی کی طرف جانے لگتی تو حضور فوراً توجہ دوسری طرف کر دیتے لیکن آج مسلمانوں
کی یہ حالت ہے کہ دین اور سیاست کو ایک الگ الگ حقیقت بنانے میں مصروف ہیں حالانکہ ہمارا
دین سیاست ہے اور ہماری سیاست دین ہے یہ کوئی علیحدہ حقیقتوں کا نام نہیں بلکہ اصل میں ایک
ہی چیز ہے صرف عنوانی فرق ہے میں آپ حضرت کا بہت وقت لے چکا ہوں اسلئے معافی کا خواستگار
ہوں اور مجھے امید ہے کہ سامعین کرام میرے اس استخراج کردہ نتیجہ کی تہ تک پہنچ گئے ہونگے۔
میں علامہ اقبال مرحوم کے ان چند شعر در پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں جو شعر ہماری آنکھوں کیلئے
سرمد بصیرت کا کام دیں گے اور میرے فیصلہ کی صحیح رہنمائی فرمائینگے وہ یہ ہیں :۔

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی : ستمانی کہساں اس فقیری میں میری

خصوصیت تھی سلطانی دراہی میں : کہ وہ مہر بلندی ہے یہ سر بزمیری

سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا : چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
 ہوئی دین و ملت میں جس دم جدائی : ہوس کی امیری، ہوس کی وزیر
 دوئی ملک و دیں کے لئے نامرادى : دوئی چشم تہذیب کی نابھیری
 یہ اعجاز ہے ایک صحرائشین کا : بشیری ہے آئینہ دارِ ندیری
 اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
 کہ ہوں ایک جنیدی و ارد شیر

قابل تقلید نمونہ !

تقسیم ہند کی وجہ سے دیوبند - سہارنپور اور دہلی کے مرکزی مدارس دینیہ مسلمانوں
 کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اب وہاں تعلیم و تعلم کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا تو محدود
 ضرورت ہو گیا ہے۔ اس کمی اور ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے شمالی ہند کے مرکزی
 ادارہ دارالعلوم عزیزیہ - جامع مسجد بھیرہ، ضلع شاہ پور میں دہرہ
 حدیث شریف کا انتظام کیا گیا ہے۔ خدائے اعلیٰ کے فضل سے
 طالبان علم حدیث شریف جوق در جوق مدرسہ میں اس قدر پہنچے۔ کہ کتب احادیث
 کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہم نے رسالہ شمس الاسلام کی چند گذشتہ اشاعتوں
 میں اپنے معاذین کرام اور مخیر حضرات کی توجہ اس صدقہ جاریہ کی طرف دلائی۔
 للہ الحمد کہ صد اجرا ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ اجاب نے حتی المقدور اس طرف دستِ یمن
 بڑھایا ان کرم فرماؤں کے اسماء گرامی ہدیہ ناظرین کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں لاہور کے مخیر
 اور مخلص بزرگ جناب محترم الحاج غلام محی الدین صاحب گورنمنٹ
 کنٹرکٹر و خیمہ حیات نے کتب احادیث شریف کا پورا سٹ دہلی سے بقیہ
 ڈیڑھ صد روپیہ منگوا کر مدرسہ کے لئے وقف فرمایا خداوند
 تعالیٰ حاجی صاحب کے اس صدقہ جاریہ کو
 قبول فرماوے اور ان کے کاروبار بار میں دن بدن ترقی بخشنے میں
 تمام اجاب ان کے لئے دعا کریں :

معلومات شرعی وغیرہ

(از سید الیاس حسین صاحب سیتاپور)

اس میں کل حروف ۳۶۷۱ ہیں۔ اور ۵۴۰ رکوع۔ اور ۷۷۰۰ کلمے ہیں جن سے اس کی بلاغت بخوبی روشن ہے۔ مطابق قول علامہ زحشری اس میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں اور ۱۱۴ سوئیں اور ۵۴۰ رکوع ان آیتوں میں سے ۱۰۰۰ قصوں میں ہیں۔ اور ۱۰۰۰۰ امثال ہیں ۱۰۰۰۰ وعدوں میں ۱۰۰۰ وعیدیں ۱۰۰۰ احکام میں ۱۰۰۰ نہی میں ہیں ۵۰۰ میں حلال اور حرام کا بیان ہے۔ ۱۰۰ دعاؤں میں ہیں ۶۶ ناسخ اور منسوخ کی بحث میں ہیں۔ پورے قرآن شریف میں کہیں عشق، عاشق، معشوق کا لفظ نہیں آیا ہے۔ ۷۰ مقاموں سے زائد پر دعا مانگنے کی تاکید آئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۱ جنگ یا ایہا النبیؐ اور ۶۲ جگہ صرف نبیؐ کے لفظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ ۱۵۰ جگہ خیرات کی تاکید آئی ہے۔ مال کے لئے ۲۸ جگہ فضل ۲۱۰ مقام پر خیر ۱۲ جگہ پر حسنہ اور رحمت کا لفظ آیا ہے۔ ۷۰۰ جگہ نماز کی تاکید ہے۔ تمام قرآن شریف میں ۲ جگہ حار حطی جمع ہوئی ہے۔ عقدۃ النکاح حتی۔ لا ابرح حتی۔ دو کاف اور دو غ۔ سوائے مناسککم و سلکم اور من یقنع غیرہ اسلام کے اور کہیں جمع نہیں ہوئے۔ ان دو آیتوں میں حروف تہجی آگئے ہیں۔ ثم انزل علیکم من بعد الغمہ ابو محمد رسول اللہ والذین معہ اشہد ان علی الکفار الخ

تمام قرآن شریف میں ایک جگہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہیں نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ جا بجا ملتا ہے۔ محمد الرسول اللہ تمام قرآن شریف میں صرف دو جگہ آیا ہے۔ سورہ فتح میں اور سورہ احزاب میں۔ مگر کال لفظ فقط دو جگہ آیا ہے سورہ مائدہ میں اور سورہ نمل میں۔

تین آیتیں ایسی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اعلان ہے۔ سورہ کہف سورہ حم سجدہ، سورہ اسری میں۔ جن آیتوں کی ابتدا یا بنی آدم اور یا ایہا الناس سے ہے وہ کئی ہیں۔ اور جن آیتوں کی ابتدا یا ایہا الدین آمنو سے ہے وہ مدنی ہیں جن آیتوں میں لکھنے پر معنی اور علم سکھنے کا ذکر ہے وہ عموماً کئی ہیں اور جن آیتوں میں کام کرنے کے لئے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ مدنی ہیں۔

تمام قرآن شریف میں ۱۲ مقام پر امام کا لفظ آیا ہے۔ تمام قرآن شریف میں جتنا ذکر حضرت موسیٰؑ کا ہے کسی نبی کا نہیں ہے۔ سلمہ میں جو قرآن شریف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے کوئی خط میں ایک قسم کے یونانی اطالی کاغذ پر لکھا گیا تھا جسے قرطاس کہتے تھے۔ یہ قرآن شریف

۶۶۱ء تک محفوظ رہا۔ اس سنہ میں مدینہ منورہ کا حاکم مروان ہوا۔ اس نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے جبرائیلؑ کو لکھ کر دیا۔ (تاریخ جدیدہ و رسائل قرآنہ و بعض تواریخ و تفاسیر وغیرہ)

ایک ایرانی سیاح کے پاس ایک قرآن شریف دیکھا گیا جو ساڑھے سات گز لمبے اور ڈھائی انچ چوڑے کپڑے پر لکھا ہوا تھا لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ ۸۰۰ برس کا لکھا ہوا ہے۔ اخباروں میں اس کا بہت چرچا رہا۔ (مختلف اسلامی جرائد)

قرآن مجید کے اعداد ۲۰۸ ہیں۔ اور تورات، انجیل، زبور کے ابتدائی حرفوں کے عدد جمع کئے جائیں تو ان کا مجموعہ ایک ہی ہوگا۔ مثلاً تورات کی کتاب کے ۴۰۰ عدد۔ انجیل کا پہلا حرف الف ہے اس کا عدد ایک ہے، زبور کی ابتدا میں ز ہے جس کے عدد ۷ ہیں۔ ان سب کا مجموعہ بھی ۲۰۸ ہے۔

۱۴؎ **حضرت صلی اللہ علیہ وسلم** تاریخ ولادت شریف روز دوشنبہ وقت صبح صادق مقام مکہ معظمہ ۹ یا ۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ھ بمصراف یکم جیٹہ ۱۲۵۰ شمسی بمکرمی۔ مدینہ شریف میں رونق افروز ہونے کا مبارک دن، روز دوشنبہ ۸ ربیع الاول سنہ ۵۰۶۱ ہجری ۲۲ ستمبر ۱۲۲۲ء قبل زوال آفتاب۔

تحویل قبلہ وقت ظہر ۱۵ شعبان سنہ مطابق ۲۸ جنوری ۱۲۲۲ء تاریخ فتح مکہ معظمہ۔ ۲۱ رمضان سنہ موافق ۲۳ دسمبر ۱۲۲۲ء یوم شنبہ۔

عمر شریف ۶۳ سال ۵ روز قمری ۶۱ سال ۵۱ دن شمسی۔ ۲۲۳۳۰ دن چھ گھنٹے۔

تاریخ حجۃ الوداع ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰۵۰۰۰ اصحاب کے ساتھ یوم حجہ

وفات شریف۔ برص بخار بلغمی۔ وقت سہ پہر روز دوشنبہ یکم ربیع الاول سنہ مطابق ۱۱ جون ۱۲۲۵ء مقام مدینہ منورہ اندرون حجرہ شریفہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بزمانہ خسرو پر دین بادشاہ ایران۔ ہرقل قیصر روم۔ تاریخ دفن۔ وفات شریف سے تیسرے دن اندرون حجرہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ آپ کی حیات مبارکہ میں اتنی دور تک اسلام کا مبارک قدم پہنچ چکا تھا کہ اگر کوئی پاپیادہ سفر کرنا تو ایک ماہ میں اس کی حدود تک پہنچ سکتا۔ صرف مدینہ طیبہ میں آپ کے دس سال قیام میں آپ کے اخلاق حمیدہ سے متاثر ہو کر دس ہزار آدمی مشرف باسلام ہوئے تھے تاریخ جدیدہ و واقعات عام۔

سیرۃ النبی (مولانا شبلی) رحمتہ للعالمین (قاضی صاحب منعم پوری)

ان بزرگوں نے بچپن میں کلام کیا جبکہ بچوں کے بولنے کا زمانہ نہیں ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کا گواہ۔ فرعونؑ کے شانہ دار کا بچہ۔ ابن جریج عابد

کاگوہ۔ حضرت عیسیٰؑ ر تاریخ الانبیاء و مختلف تفاسیر

ان چار بادشاہوں نے تمام دنیا پر حکومت کی۔ (۱) حضرت سلیمانؑ (۲) اسکندر ذوالقرنین (۳) نخت نصرؑ (۴) شداد۔ ان میں حضرت سلیمانؑ کا درجہ سب سے بڑا رہا۔ اس لئے کہ ہوا آپ کے تابع تھی۔ جہاں انسان مطیع تھے۔ کُل جانوروں کی بولی سمجھتے اور ان کا مقدمہ فیصلہ فرماتے تھے۔ ایسی حکومت کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ ر تاریخ انبیاء و مختلف تفاسیر

ان چار پاک بیبیوں کی نبوت کو بعض محققین نے تسلیم کیا ہے۔ اول حضرت بی بی عاتقہؑ۔ دوسری حضرت بی بی سائرہؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ محترمہ۔ مادر حضرت اسحقؑ تیسری حضرت موسیٰؑ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی بوخارہؑ (بوخارہ۔ یو خاویز۔ یو خاویز۔ چوتھی حضرت

عیسیٰؑ کی والدہ صاحبہ حضرت بی بی مریمؑ۔ مجموعہ خانی عین المعانی محمد عثمان صاحب حنفیؒ وہ پاک بیویاں جن پر اللہ تعالیٰ نے براہ راست وحی بھیجی۔ اول حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی ہاجرہؑ۔ دوسری حضرت موسیٰؑ کی والدہ ماجدہ تیسری حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ماجدہ۔

ر تاریخ انبیاء وغیرہ جن بزرگوں نے اپنی وفات اور شہادت کے بعد کلام کیا۔ اول حضرت یحییٰؑ علیہ السلام۔ دوسرے۔ حبیب بخاریؑ کے مبارک نے شہادت کے بعد فرمایا یا لیت قومی تیسرے حضرت جعفر طیارؑ نے شہادت کے بعد فرمایا۔ ولا تحببن الذین قتلوا فی سبیل اللہؑ چوتھے۔ حضرت زید بن خارجه انصاریؑ نے جب حضرت عثمان غنیؑ کے خلافت کے زمانہ میں وفات پائی تو کہن پہناتے وقت کلام کیا۔ چانچویں۔ اسی زمانہ میں بنی خطمہ کے ایک شخص نے وفات پائی تو کہناتے وقت اس نے بھی کلام کیا۔ چھٹے۔ اسی زمانہ میں ربیع بن خراشؑ نے بھی بعد وفات کے گفتگو کی۔

ساتویں۔ حضرت امام حسینؑ کے مبارک نے اس وقت یہ آیت پڑھی جب وہ نیزہ پر چڑھایا گیا وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب یتقلبون۔ اسلام میں سب سے پہلے آپ ہی کا مبارک سر نیزہ پر چڑھا کر گلی کوچہ میں پھرایا گیا۔ جب دمشق میں آپ کا مبارک پھرایا جا رہا تھا تو ایک صحابی زید بن ارقم اپنے دروازے پر کلام مجید پڑھ رہے تھے جب وہ اس آیت پر پہنچے ام حبیبہ ان اصحاب الکہف والقریم کا فوا من ایتنا عجاہ۔ تو مبارک سے آواز آئی ان حالی اعجب منهم۔ وہ صاحب بے اختیار ہر کر رو پڑے اور فریاد لگے بے شک آپ کا حال ان بزرگوں سے بھی عجیب تر ہے۔ آٹھویں۔ حضرت سعید بن جبیرؑ کے مبارک سر نے کلام کیا جبکہ انھیں حجاج بن یوسف نے ظلمنا شہید کیا۔ نویں۔ سردشاہ مخدوم دہلویؑ کا مبارک سر شہادت کے بعد تھوڑی

لے مختلف نام
یہ سب پاک بیویاں

دیر ذکر الہی میں مشغول ہو کر خاموش ہوا۔ بعض تاریخوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سولی دیئے جانے کے بعد منصور کے جسم سے بھی انا الحق کی صدا نکلتی تھی۔

(حیوة النہدوان و خلافت ائختین مولفہ حکیم مظہر الحق صاحب تنوہی و شہادت نامہ و سوانح عمری سرمد وغیرہ)
ایجادات۔ (علم طب حضرت شیت)، (کرہ زمین کا پیمائش کنیولا اور اس کے آلات کا
 موجد... محمد بن موسیٰ) (ردورہین... ابو الحسن) (پلوہ... ہارون رشید) (گھڑی... ہارون رشید)
 (موم بتی کی گھڑی... شاہ الفروڈ اعظم) (کمافی دار گھڑی... ایک عربی مسلمان) (شطرنج... راجہ
 راون کی بیوی) (غرق شدہ جہازوں کے نکالنے والے آلات جبرقیلہ، ابوالصلت)

(ہوائی جہاز... حکیم ابوالقاسم عباسی اندلسی) (تاریخ اسلام)
**ہندوستان میں انگریزوں کی آمد و رفت کا زمانہ اور ولایتی چیزوں کی
 تجارت کی ابتدا**۔ سکندر لودی کے زمانہ میں ۱۲۹۷ء میں دو تین جہاز تجارتی مال کے پرنگال
 سے آکر ہوگلی میں اترے۔ پرنگال سے ہوگلی تک سفر میں ۱۰ مہینے صرف ہوئے تھے۔ اسی زمانہ سے ہندوستان
 میں انگریزوں کی آمد و رفت اور ولایتی مال کی تجارت شروع ہوئی۔ سب سے پہلا انگریز جس نے اپنی
 حکمت و تدبیر سے یہاں ولایتی مال کی تجارت کرنے کی اجازت بادشاہ سے حاصل کی اور تجارت کا سلسلہ
 قائم کیا پرنگال کا باشندہ ایک عیسائی تھا۔ اس کا نام واسکو ڈی گاما تھا۔ اس کے بعد یہ لوگ ۱۴۹۸ء
 تک یہاں تجارت کرتے رہے۔ پھر ۱۵۰۰ء میں پلاسی کی جنگ کے بعد ہندوستان کے ہر خزانے
 اور دولت پر انھوں نے اپنا قبضہ جما کر اسے انگلستان کو منتقل کر دیا۔ اسی زمانہ میں ایسٹ انڈیا
 کمپنی قائم ہوئی۔ ۱۵۱۹ء سے ۱۵۳۶ء تک کثرت سے خزانے انگلستان کو جاتے رہے اور یہ کمپنی
 یہاں کی مستقل بادشاہ ہوگئی۔ نیٹ جاری ہوئے اور ہندوستان کا مال باہر جانا بند ہو گیا۔ اور یہاں کے
 اہل صنعت کار و بار چھوٹے پر مجبور کئے گئے (تواریخ ہندو رسائل تاریخی وغیرہ) (زندائے حرم)

اعلان

حزب الانصار کی بیسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس بتاریخ ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ نومبر ۱۹۴۸ء بمطابق ۵-۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ گھنٹہ ۲۰۰
 ہونی قرار پائی ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔
 (ذناظم)

مذہب اور سیاست

(ڈاکٹر خواجہ محمد ایوب صاحب بھیروی)

اسلام کی سیاست مذہب کا جزو لاینفک ہے اگر مذہب کو سیاست سے یا سیاست کو مذہب سے الگ کر دیا جائے تو وہ گمراہی و ضلالت ہے کیونکہ دنیا میں امن و یکی قائم کرنے کے لئے مذہب کا وجود ہے۔ مذہب کی بقا کے لئے سیاست میں حصہ لینا ضروری امر ہے اور مذہب اسلام کی سیاست امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے جس کی تمام تر بنیادیں جہاد اور صرف جہاد فی سبیل اللہ ہیں۔ اس لئے یہ امر لازمی و یقینی ہوا کہ اگر ہم مذہب اسلام کے دلدادہ ہیں اور ہم نیک نیتی سے اس کا فوج اور اس کی تبلیغ چاہتے ہیں اگر ہم ایمان داری سے نمازوں کو قائم کرنا چاہتے ہیں روزوں کی فضیلت کو منوانا چاہتے ہیں۔ نکاح اور حج کی افضلیت کو روز روشن کی طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ چور کے ہاتھ کاٹنے چاہتے ہیں اور زانی کو سنگسار کرنا چاہتے ہیں مسجدوں کا احترام اور بزرگان دین کا ادب کرنا چاہتے ہیں۔ شرک و بدعات کا قلع قمع چاہتے ہیں اور قرآن و احادیث کو عام کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو **سیاست** میں حصہ لینا پڑیگا۔ اور سیاسی میدان میں کودنا پڑیگا۔ سیاسی مدد و جزیر کو سمجھنا پڑیگا اور سیاسی اہمیت کو ذہن نشین کرنا پڑیگا۔ سیاست ہمارا جزو ایمان ہے اس میں کوئی کلام نہیں مگر ہماری سیاست بھی دنیاوی سیاست سے بالکل جدا گانہ ہے ہماری سیاست کا مفہوم یہ قطعاً نہیں ہے کہ ہم اسمبلیوں کی چند نشستوں یا کونسلوں و ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپلیٹیوں کی چند کرسیوں کے لئے آپس میں کفر و الحاد کے فتوے لگاتے پھریں اور مسلمانوں کو بے دریغ کافر بناتے پھریں یا چند نوکرانوں کے حصول کے لئے حکومت خیر کی اعانت کر کے ملت کشی کے تمام محربات کو استعمال کریں ہماری سیاست نہ روس کی طرح مزدور کی ہمدردی میں بظاہر ٹھوسے بہانا اور ملت مار کا قتل عام ہے نہ مزدور کو حقیر و ذلیل سمجھ کر سرمایہ دارانہ ذہنیت کی بقلہ ہے ہماری سیاست نہ انگریز کی پیدا کردہ جمہوریت ہے جس میں عددی اکثریت کی بقا مگر قابلیت نقوی اور پرہیزگاری کی فناء ہے اور نہ خالص ڈکٹیٹر شپ ہے جس میں کسی اچھی چیز اور کسی نیک مشورے کی قدر و قیمت نہ ہو حقیقت الامر یہ ہے کہ اسلامی سیاست کا دامن ان تمام آلودگیوں سے پاک ہے اسلام نے جس طرح تمام باتوں میں درمیانہ رستہ سکھایا ہے اور ”خیر الامور وسطها“ کا درس دیا ہے۔ سیاسی تنگ و دو میں بھی

اعتدال پسندی سکھائی ہے اُس نے مسلمان کو امریت و جہوریت کے درمیانی راستے پر چلنا سکھایا ہے۔ اکثریت و اقلیت کے امتیاز کو پیش نظر رکھتے ہوئے تقویٰ و پرہیزگاری کو معیار و کوئی بنایا ہے۔ مزدور کو سر بلند و سرفراز کرتے ہوئے سرمایہ دار کو قائم رکھا ہے۔ اور سرمایہ دار کو قائم رکھتے ہوئے سرمایہ دارانہ ذہنیت کا خاتمہ کیا ہے۔ سود جیسے خون چوسنے والے نظام کا خاتمہ کیا ہے۔ سرمایہ دار کے سرمائے میں عشر کی قید لگا کر غریب کو سرمایہ دار کا حصہ دار بنا دیا ہے۔ حج کے موقعے پر چپے چپے پر خرچ کروا کر عملی طور پر مساوات ہو جانے کا حکم دیا ہے۔ راہِ خدا میں جہاد کے موقع پر خرچ کرنے کی تہدید فرمائی ہے۔ اور اسی قسم کے سینکڑوں قیود عاید کر کے مزدور و سرمایہ دار کو برابر کر دیا ہے۔ یہی نہیں سرمایہ دار کی نخوت و غرور کو شکست دینے کے لئے شہنشاہ کو گدا کے دوش بدوش یا بیچ وقت کندھے سے کندھا ملا کر لاکھڑا کیا ہے۔ اسی لئے مسلمان کی نظر کو نہ روسی نظام سلطنت خیرہ کی سکتا ہے نہ انگریز کی سیاست جاذبِ نظر ہو سکتی ہے نہ ڈکٹیٹر شپ قابلِ قبول ہو سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا دنیاوی نظام مسلمان کے دماغ پر مسلط ہو سکتا ہے۔

اسی وجہ سے مسلمان کی سیاست انتہائی بلند انتہائی انوکھی انتہائی منصفانہ اور انتہائی امن و امان پیدا کرنے کی ذمہ دار ہے۔ جس طرح مذہبی امور میں اسلام نے کسی شخصیت کی پرستش کا حکم نہیں دیا اور شخصیت پرستی کے دہم و گمان کی بھی شدید ترین مخالفت کی ہے۔ بالکل اسی طرح سیاسی امور میں بھی شخصیت پرستی کا دہم و گمان تک مٹا کر رکھ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں شہنشاہ اور بادشاہ کا وجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلام کا بادشاہ خلیفۃ اللہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ اسلامی نقطہ نظر کے ماتحت تمام ملک خدا کا ہے اور اس ملک کا شہنشاہ بھی خدا ہی ہے اسی کے قوانین قابلِ عمل اور قابلِ قبول ہیں اسکے علاوہ کسی کی بادشاہی کو تسلیم کرنا اور بادشاہی کو تسلیم کر کے قوانین پر عمل کرنا اسلامی روح کے قطعاً منافی ہے جس طرح خدا، علیم، خبیر، قہار، جبار، رحیم، کریم، رحمن وغیرہ صفات کے اعتبار سے واحد ہے اور اپنی توحید میں کسی کو حصہ دار نہیں رکھتا اور جو شخص ان صفات میں کسی دوسرے کو اس کا حصہ دار بناتا ہے کافر گردانا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ”مالک الملک“ ہونے کی صفت میں بھی اس کا حصہ دار ٹھہرانا اور کسی دوسرے کو اس کا ہم بدلہ ٹھہرانا انتہائی گناہ ہے اور خدا کے قانون کے مقابلے میں انسانی قوانین کو تسلیم کرنا اور ان پر عمل کرنا ان کے خلاف جذبہ نفرت کا اظہار کرنا ان کے ایک ایک لفظ کے خلاف لب کشائی نہ کہ نا بدترین جرم ہے۔

جس طرح ضلع کے کلکٹر کی موجودگی میں ضلع کے نظام کے متعلق کسی دوسرے شخص کی رائے کو تسلیم کرنا موجودہ قانون کی رو سے انتہائی جرم ہے بالکل اسی طرح مالک الملک کے وجود کو تسلیم کرنے کے بعد ملک کا بادشاہ کسی دوسرے غیر اللہ کو تسلیم کرنا انتہائی گناہ ہے۔

اس نہایت مختصر مگر جامع اسلامی فلسفہ سیاست کو سمجھنے کے بعد خلفائے اسلام کی سادگی اور ان کی دن بھر محنت و مشقت اور دن بھر مزدوری کرنے کا فلسفہ سمجھ میں آ جاتا ہے اور پھر یہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ خلفائے راشدین کے پاس اشرافیوں کے ڈھیر ہونے سے باوجود اور روم و شام کے خزانوں پر قبضہ رکھنے کے باوجود اور ایرانی جاہ و جلال کو شکست دینے کے باوجود ان کے کپڑوں پر پونہ پر پیونڈیکوں لگے ہوئے ہوتے تھے؟ ہاں! یہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ خلیفۃ المسلمین کیسے بن گئے تھے؟ ان کے جلیل القدر صاحبزادگان منصب خلافت پر کیوں فائز نہیں ہوئے تھے؟ اور یہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور نبیؐ کی ہمارے پکا کر کیسے چلے تھے۔ جس پر دنیاوی اعتبار سے ایک حقیر غلام... بیٹھا تھا؟ اور یہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ مینی چادروں کی تقسیم کے بعد عمرؓ جیسے فاتح عالم سپہ سالار پر نہرو بار ایک بڑھیا نے بے غوفی اور بے سبب کی سے کیسے اعتراض کر دیا تھا اور پھر اس کو تشفی بخش جواب کیوں دیا گیا تھا؟ اور یہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ حضرت طارقؓ نے وٹن سے کوسوں دور دیاسے پار اترنے کے بعد اپنی کشتیوں کو اپنے ہاتھوں سے راکھ کا ڈھیر بنا کر بظاہر اپنی پوری فوج کو ہلاکت کے منہ میں کیسے ڈال دیا تھا؟

خدا کی بادشاہی کے فلسفے کو سمجھنے کے بعد یہ تمام واقعات فرداً فرداً خود بخود سمجھ میں آ جاتے ہیں کہ فوج اور لے کے مسلمان نے کسی شخصیت کی بادشاہی کو تسلیم نہ کرتے ہوئے غیر اللہ کی بادشاہی کے خلاف بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کر کے اس کے پر نیچے اڑانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی اور روم و شام کے بڑے سے بڑے قلعوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا تھا۔ ایرانی اسلحہ کے مقابلے میں نہتے مسلمان نبوآزما ہوئے تھے جس کے نتیجے کے طور پر تلوحید کا ڈنکا چبے چبے پر بجا کر دم لیا۔ اور خدا کے قانون کو خدا کی گراہ مخلوق سے منوا کر رہے۔ اور یہ تمام کچھ سمجھنے کے بعد موضوع کے وہ اعتراضات بھی سمجھ میں آ جاتے ہیں جو انہوں نے خلافت بنو امیہ اور خلافت عباسیہ

کے تاجداروں کے خلاف کئے ہیں کہ ان کی حکومت مسلمانوں کی حکومت ہونے کے باوجود صحیح حکومتِ اللہ نہیں تھی اور یہی عروجِ اسلامی کے بعد زوال اور ترقی کے بعد تنزل کا پہلا سبب تھا ان ہی اذیتوں کی روشنی میں ترکی۔ ایران۔ مصر۔ افغانستان وغیرہ موجودہ اسلامی حکومتوں سے متعلق بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ ان میں کہاں تک قرآن کے احکامات ہیں نمازوں کو قائم کرنے۔ روزوں کو رکھنے۔ حج کو کرنے زکوٰۃ کو دینے اور سب سے آخر چہاڑ کو کرنے کی کہانیاں سختی سے پابندی ہے اور ان کی حکومتوں کو ہم کس حد تک حکومتِ اللہ یا خدا کی حکومت کہنے میں حق بجانب ہیں۔ ہم کو نہایت ٹھنڈے دل و دماغ سے واقعات کو سوچنا چاہیے کہ اگر کسی حکومت میں چاہے وہ فرضی مسلمانوں کی حکومت ہی کیوں نہ ہو قرآنی قانون نافذ نہیں ہیں اور چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جاتے۔ زانی کو سنگسار نہیں کیا جاتا۔ اور دوسرے تمام اسلامی حدود کو مقرر نہیں کیا جاتا تو وہ حکومت اسلامی تو پُر رکھنے والے نوجوان کی نظر میں غیر پسندیدہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی کفر کی حکومت میں بظاہر نمازوں۔ روزوں۔ حج اور زکوٰۃ پر پابندی نہیں ہے مگر اس حکومت میں قرآنی قوانین کا نفاذ نہیں ہے۔ نمازوں پر پابندی عائد ہونے کا کسی وقت بھی احتمال ہے۔ روزوں۔ حج اور زکوٰۃ میں کسی وقت بھی بے قاعدگی کا اندیشہ ہے۔ شرعی فیصلے نہیں ہوتے۔ شراب اور دیگر منشیات پر پابندی نہیں ہے۔ یہود۔ بیٹوں کی ناموس و عزت کی قانوناً حفاظت نہیں ہے۔ تو اس حکومت کے خلاف کم سے کم جذبہ نفرت کا اظہار نہ کرنا اسلامی روح۔ قرآنی فیصلے اور مسلمان ہونے کے اعتبار سے قطعاً خلاف ہے یہی مسلمان کی اہل سیاست ہے اور یہی مسلمان کا اہل فیصلہ ہے اور اسی فیصلے کے تحت میں بے باقی سے کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ الجھاؤ کی سیاسیات اسلامی روح اور اسلامی مفاد کے قطعاً خلاف ہیں اور حقیقتاً مسلمان کے جذبہ جہاد کو کچل کر رکھ دیا جس کی وجہ سے آج مسلمان کیلئے نہ جائے وقت اور نہ پائے نامن ہے۔ یعنی مسلمان کو نہ آزادی مل رہی ہے اور نہ ہی وہ دنیاوی اعتبار سے سر بلند ہو رہا ہے نہ اس میں اتحاد ہے نہ اتفاق نہ قوم کے اندر یکجہتی رہی ہے نہ مساوات نہ ہماری نمازیں رقت آمیز رہی ہیں اور نہ ہماری صفیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار نہ ہم میں امام کی قدر و قیمت کو سمجھنے کیلئے دماغ رہا ہے اور نہ مسجدوں کو اہمیت کو سوچنے کا وقت۔ اخذ کرنے کا مادہ اور تمیز۔ نہ زکوٰۃ نکالنے کا خیال رہا ہے نہ زکوٰۃ اور بیت المال کے قومی و سیاسی فائدہ نظر رہے ہیں یہی اور یہی صورت و جہالت ہیں جن کی وجہ سے ہم دن بدن پست۔ ذلیل۔ کمزور۔ تباہ حال۔ برباد اور غوار ہوئے جا رہے ہیں ہم جہاد

کے نام سے لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ ہم اپنے دلوں میں جہاد کو مکمل تباہ کن، بفضل اور انتہائی مشکل سمجھنے لگے ہیں اور جہاد سے کوسوں دور جا پڑے ہیں جو کہ ہماری اسلامی زندگی کی اصل اور بنیاد ہے جذبہ جہاد رکھنے کے بغیر ہماری نمازیں روزے حج اور زکوٰۃ بالکل بیکار اور رہبانیت سکھانے والی عبادات ہو کر رہ گئے ہیں حالانکہ ہم نے انہیں عبادات سے جذبہ جہاد دیکھا تھا اور یہی عبادات جذبہ جہاد پیدا کرنے کی مہود تھیں یہی نماز فوجی پریڈ سکھانے والی تھی۔ یہی نماز دشمن سے نبرد آزما ہونے کے طریقے سکھانے والی تھی یہی نماز قرآن کی حفاظت کرنے کے راستے بتانے والی تھی یہی نماز اونچ نیچ کو مٹانے والی تھی یہی نماز مسلمانوں کے اندر مساوات اور سبھاٹی چارہ پیدا کرنے والی تھی یہی نماز فوج کشی کے لئے فوجیں تیار کرنے والی تھی یہی نماز فوجوں کو تیار کر کے الحاحت امیر کے ماتحت جان جان آفرین کے سپرد کرانے والی تھیں یہی نمازیں بے خوف و خطر۔ نڈر۔ بہادر۔ شجاع۔ بربیت۔ باوقار اور سنجیدہ مزاج بنانے والی تھیں اور آہ! آج یہی نمازیں رہبانیت کا درس دینے والی ہو کر رہ گئیں۔ چھو منتر ہو کر رہ گئیں۔ غیر مذہب کے مذہبی پوجا پاٹ کی حیثیت میں ہو کر رہ گئیں۔

اور یہی روزے جو ہم کو جہاد کے لئے مجاہدہ سکھاتے تھے۔ مصیبت کے وقت کیلئے نفس کشی کا درس دیا کرتے تھے۔ غریب کی بھوک اور اس کی تنگدستی معلوم کرانے کا ذریعہ ہو کر تھے آج وہی روزے انفرادی عبادات بن کر رہ گئے ہیں اور یہی حج جو روئے زمین کے مسلمانوں کے بھائی چادہ کا سال بھر میں ایک دفعہ موقع تھا۔ سیاسیات عالم پر غور و فکر کا بین الاقوامی اجتماع تھا گورے دکھائے کے فرقہ کو مٹانے کا ذریعہ تھا کروڑوں انسانوں کے ایک جھنڈے کے پیچھے جمع رہنے کا درس تھا روئے عالم کے مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے مظاہرے کا کفیل تھا۔ روئے زمین کے اسرار کو ختم کرنے کا اجتماع تھا۔ آج بقیعتی سے وہی حج وہی اہم مذہبی فریضہ صرف عبادت ہو کر رہ گیا وہی بیت المال جو اسلامی فوجوں کے اخراجات کا ذمہ دار ہوا کرتا تھا۔ غریب و یتیم کی ضروریات کا کفیل ہوا کرتا تھا بیوگان کی ضروریات پورا کرنے والا ہوا کرتا تھا اور قوم کی سیاسی بیداری کا ذمہ دار ہوا کرتا تھا۔ مسلمان سپاہیوں کو بے نیاز کرنے والا ہوا کرتا تھا آج مسلمان اسی بیت المال سے لاپرواہ ہیں اور اسی فریضہ زکوٰۃ سے بے خبر ہیں۔

یہی ہماری تباہی و بربادی کے وجوہات ہیں اور یہی ہمارے قومی زوال اور قومی تنزل کے اسباب ہیں ہم نے ان مذہبی رسومات کو محض مذہبی رسومات بنا دیا ہے اور سیاست کو عقیدہ تانا نہ بھی مگر عملاً

انگ کر دیا اور ہمارا زوال شروع ہو گیا حالانکہ ہمارا مذہب سیاست ہے اور ہماری سیاست مذہب ہے۔
 مذہب کو سیاست سے یا سیاست کو مذہب سے انگ کر دیا جائے تو گمراہی اور زندگی ہے۔ غلامی و ناداری
 ہے۔ افلاس و فقر ہے ناقہ ہے ہمارے تمام مذہبی فریضے جہاد کی تیاریاں ہیں اور ہمارا جہاد ہماری مذہبی
 بیداری اور مذہبی آزادی کا ذمہ دار ہے اگر ہم عبادات پر زور دیں اور جہاد نہ کریں تو وہ عبادات رہبانیت
 ہو کر رہ جاتی ہیں اور اگر ہم صرف قتل و غارت اور لوٹ مار کرتے پھریں اور مذہبی فرائض، مذہبی تفوق،
 مذہبی تنظیم، قومی اتحاد، جماعتی وقار اور اطاعت امیر کو نہ سمجھیں۔ حق و باطل کی تمیز نہ کریں ظلم
 و انصاف، جائز و ناجائز ضعیف و ناتوان کا خیال نہ کریں تو وہ لفظی جہاد قتل و غارت گری اور محض
 چٹکنی ہو کر رہتا ہے جہاں ہماری نمازیں فرض ہیں وہاں جہاد بھی فرض ہے۔ نمازیں مقدم ہیں جہاد
 مؤخر ہے نمازیں بنیادیں ہیں جہاد شاخ و بار عمارت ہے جس طرح بنیادوں کو کھودنے کے بغیر عمارت کا
 تعمیر کرنا مہمل ہے۔ اسی طرح باقی عبادات کو کرنے کے بعد دل میں جذبہ جہاد نہ پیدا کرنا اسلامی
 روح کے خلاف ہے جس طرح ہم کہتے ہیں کہ مذہب سیاست کا جزو لاینفک ہے اسی طرح باقی
 عبادات جہاد کا جزو لاینفک ہیں۔ جس طرح مذہب سیاست لازم و ملزوم ہیں اسی طرح باقی عبادات
 کے ساتھ جہاد کی عبادت لازم و ملزوم ہے۔ ان سرود عبادات میں سے اگر کسی ایک عبادت کو تسلیم نہ کیا
 جائے تو وہ گمراہی و ضلالت ہے ایک پر عمل کر کے دوسری پر عمل نہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے زمین اور
 کنکریٹ کی بجائے ریت پر محل تعمیر کرنا ہے۔

یہی مذہب اسلام کی سیاست ہے اور یہی مذہب اسلام ہے اس کے علاوہ نہ
 کوئی مذہب اسلام کی سیاست ہے اور نہ مذہب اسلام ہے۔

لیبریا بخار جیسے وبائی و موزی امراض کے لئے سونہیدی فائدہ مند تلی گڑ کے لئے اکیرا عظم ہے۔
 لوزین کے استعمال سے اپنے اہل و عیال کو محفوظ رکھیں۔ جو کہ جلا نیم کش بھی ہے۔

علاوہ محصول ڈاک

سرمد قرۃ العین دھند۔ پالنگریہ وغیرہ امراض چشم کے لئے اکیرا عظم
 ہزاروں مریض اس کے استعمال سے شفا یاب ہو چکے ہیں
 قیمت فی شیشی ۱۰ روپے۔ نمونہ ۸

میں نے گاپتہ۔ ناظم امرتسری دوا خانہ ۱۹ بلاک سی گودھا

پاکستانی بچوں کا اسلامی ترانہ

لاذ فیضِ لودھیانوی ٹیچر ڈی بی مائی سکول بھولال

اُردو کا چشمہ جاری ہے: یہ خاص زبان ہماری ہے

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

ہم ظلم مٹانے والے ہیں: ہم دنیا کے رکھوالے ہیں

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

تلوار پکڑ کر شاہیں ہم: اب غیروں سے آزاد ہیں ہم

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

ہم جھوٹ سے چمکرتے ہیں: سچ سننے ہیں سچ کہتے ہیں

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

ہم گریٹ کام سنواریں گے: ہم قوم کا نام اُبھاریں گے

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

ہم فیض کی نظمیں پڑھتے ہیں: میدان میں آگے بڑھتے ہیں

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

ہم ایک خدا سے ڈرتے ہیں: دم اُس کے نبی کا بھر ہیں

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

اسلام ہمارا مذہب ہے: جو سب سے پیارا مذہب ہے

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

قرآن ہمارا رہبر ہے: اس نور کا چراغ لگ رہا ہے

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

ہم اپنے وطن کے شہداء ہیں: بلبلیں ہیں جس کے شہداء ہیں

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

ہم پاکستان کی شوکت ہیں: ہم دولت ہیں ہم طاہر ہیں

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

یہ جھنڈا سبز ہمارا ہے: من بھاتا چاند ستارا ہے

بے خوف ہیں پاک ہیں سچے ہیں

ہم پاکستانی بنے ہیں

”عرفان قرآن“

(قسط دوم)

مولوی خدایت بخش صاحب کوثر منشی فاضل ہدٰی (شاہ پور)

ایَّاكَ نَسْتَعِينُ کے مفہوم کے ضمن میں گذشتہ اشاعت میں ایک مقالہ شائع کیا گیا تھا اور علمائے کرام کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی کہ عوام کو قبور صالحین کی زیارت کا شرعی طریقہ سکھایا جاوے۔ نہ کہ قبور صالحین کی برکات والہ ارکام مطلق انکار کر کے عوام کو شرک جلی کا مورد بنا کر لعن طعن کیا جاوے۔ یہ ٹھیک ہے کہ قوم مفتی و فخر میں پھنس چکی ہے اور یہ حالت دیکھ کر دینی غصہ بھی آتا ہے لیکن **والکاظمین الغیظ** کے تحت بردباری سے کام لیکر عوام کو بذریعہ وعظ و نصیحت ذہ راست پر لایا جاوے۔ برائے خدا درد مندی کیسا تھا اصلاح کی جاوے۔ نرمی و شفقت سے۔ اگر اس پر بھی قوم متفرق ہوتی ہے تو خدا حافظ۔ علمائے حق کا فرض انہماق حق ہے۔ ہدایت دینہ حق تعالیٰ ہے۔ قوم افراط فراط میں مبتلا ہو چکی ہے۔ جاوے اعتدال پر لانے کی جاوے۔ جو کہ امت و وسط کا اصلی نصب العین ہے۔

قبور صالحین کے پاس سالانہ میلوں اور عرسوں کے موقع پر عوام کا غیر شرعی ہجوم اور حسب کھیل تماشے ناچ رنگ کی محفلیں دیکھ کر لوگ درد مند عالم ربانی خاموش رہ سکتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ عظیم کا طرزیان تلخ اند فطرت آمیز ہوتا ہے۔ مریض قوم قابلِ ہجوم ہے جیسا کہ رنگ میں موجودہ غیر شرعی رسوم کو باطل ثابت کیا جاوے کتب فقہ میں جو طریقے زیارت کے ثابت ہیں۔ ان کو بر ملا ظاہر کیا جاوے۔

سلطان الانبیاء محمد مصطفیٰ صلعم کی بصیرت نے حق تعالیٰ سے استعانت کے جو طریقے تعلیم فرمائے

ہیں۔ ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ رلی اپنی جملہ حاجتوں اور مرادوں میں حق تعالیٰ سے دعا کرو اور صالحین سے دعا کرو نہ۔ **أَحَادِيثُ: الدُّعَاءُ وَاسْلَاحُ الْمَوْمِنِ**

ان الله يحب دعوة المؤمن

لَا يَرْدُّ الْقَضَاءُ إِلَّا إِلَهًا أَوْ بَدْعًا أَوْ فَقْرًا

قرآن: اَدْعُونِي اسْتَجِبْ لَكُمْ

دعا کا حکم ہے اور اجابت کا وعدہ فرمایا ہے۔ بشرطیکہ یہ قاعدہ شریعت دعا کی جائے

و نہ اجابت کا وعدہ موہم ۔ درگاہ حق میں عطا ہی عطا ہے بخل کا شائبہ نہیں ۔ مایوسی و محرومی کا مقام نہیں تشفی کے لئے خود فرمایا ہے ۔ لا تأسو من روح اللہ ۔ وہ حکیم ہے اُس کا ہر فعل حکمت رکھتا ہے ہمارے خیر کو ہم سے بہتر جانتا ہے ۔ اگر ہماری مطلوبہ چیز عطا نہیں فرماتا تو اسی میں ہماری بہتری ہے مرد کا کمال اسی میں ہے اُن کی منع کو عطا جانے کسی عاشق نے اسی جذبہ کے تحت کہا ہے ۔

اگر مراد تو ای دوست نامرادی ماست

مراد غیش دگر بار من نخواهم خواست

حق تعالیٰ نے خود ایک دقیق نکتہ کی تعلیم فرمائی ہے۔

عسیٰ ان تکرهوشیاً و هو اخیر لکم و عسیٰ ان تحبوشیاً و هو فسر لکم و اللہ
 یعلم و انتم لا تعلمون ۵ اسی جگہ سے رضا کا مقام شروع ہوا جانا ہے عبادت عانت کا
 بلند ترین طریقہ ہے۔ اجابت دعا کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ مطلوب تو حاصل نہیں ہوتا لیکن
 حق تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں فرماتے۔ اُس کی کسی آنے والی اور بلا کو دور کر دیتے ہیں۔ اور اس کو اس بدل
 کا علم بھی نہیں ہوتا۔ آخری صورت یہ بھی ہے کہ دعا اگر دنیا میں نہیں پاتا تو آخرت کے لئے یہ ذخیرہ کیا جاتا ہے
 بہر صورت اجابت دعا کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن یہ وعدہ مطلق ہے مقتدر نہیں۔ کہ اسی وقت اور اسی صورت میں
 پورا کر دیا جائے۔ قبولیت دعا کے لئے چند دیگر شرائط کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

۱۔ دعوت بہ اسما الہی مطابق مضمون حاجات سائل مثلاً رُسُوکَ رِزِیقَ یا خَرِیقَ یا رِزِیقَ
سے لئے یا رِزاقُ۔ یا غنی۔ یا باسطُ۔ یا واسعُ۔ یا صاحبُ یا لطیفُ

۱۲، دُعا میں تضرع۔ گریہ و زاری۔ سوز و گداز ہو۔

زود شود یاب استغفار کن : گریدہائے ہجرت ابرو وار کن

اضطرار کی ضرورت ہے۔ اَمَّنْ مُجِيبُ الْمَضْطَرِ اِذَا دَعَا وَ يَكْشِفُ السُّوْمَ اِنْ سَمِعَ
رَبِّ اَكْلَ حَلَالٍ وَ صَدَقَ مَقَالُ كَالْحَاظِ رَكْعَةٍ۔

۱۱. اوشیات فاضلہ کا خیال بھی ضروری ہے۔

نماز کے اوقات :- آخری شب کی دعا یعنی وقت سحری جمعہ کی مقبول ساعت : ماہ رمضان

شب تندر۔ اذان کے بعد۔ بارش کے وقت۔ بعد تلاوت قرآن۔

۱۵، مقامات فاضلہ۔ بیت اللہ شریف۔ روضہ نبی اکرم صلعم کے پاس دُعا مانگنا۔ مسجد میں دُعا مانگنا۔ قبور صالحین کے پاس دُعا مانگنا۔ امام شافعی صاحب نے لکھا ہے کہ امام موسیٰ کاظم کی قبر مقدس کے پاس دُعا مانگنا قبولیت کے لئے تریاق ہے۔ بخاری شریف میں مومن کی قبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایا القبر ووضۃ من ریاض الجنۃ وایا القبر حضرت من حضرات الناس۔ مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یعنی قرب رحمت کا خصوصی مقام ہے۔ ملائکہ رحمت کا نازل ہوتا ہے۔ راتِ رحمة اللہ قہیب من المحنین ہ

۱۶، مقبولانِ بارگاہ سے دُعا منگوانا۔ بسا اوقات انبیاء کرام و اولیاء کرام کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ رحمتِ خداوند کریم کی درگاہ میں دُعا کے وقت کسی مقبول و محبوب کا واسطہ یا حق پیش کر کے دُعا مانگنا۔ کیونکہ قرآن حکیم میں مومنین کا لین کی نصرت و عنایت کا ذکر لیا ہے۔ وکان حقاً علینا نصر المومنین ہ لہذا مقبولوں کا واسطہ دیکر دُعا مانگنا بھی قبولیت کیلئے ایک حد تک اہمیت رکھتا ہے۔

اولیاء کرام واسطہ رحمت الہی ہیں، اور ہم گناہ گاروں کے لئے تو یہی سہارا ہے۔ ہمارا تمہارا سہارا یہی ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی دُعا کیلئے درگاہِ مصطفیٰ میں التجا کرتے ہیں۔

مدد کر اے کریم احمدی کہ تیرے سوا، نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار جوتو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا، بنے گا کون ہمارے سوا غم خوار کفیل جرم اگر آپ کی شفاعت ہو، تو قاسم بھی طریقہ ہودنیوں میں شمار

۱۷، نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں، جو ہودنی یقین پیدا تو لٹ جاتی ہیں زنجیریں راقبِ احسانت کا دوسرا طریقہ۔ اپنے کاموں میں حق تعالیٰ پر توکل کرنا ہے۔ اگر ہم کو یقین محکم حاصل ہو جائے کہ فاعل حقیقی حق تعالیٰ ہیں۔ افعال۔ اثمار کا مرجع خود بدلت ہیں۔ حول و قوۃ کا مبدا خود ہیں اور اس بات کا یقین بھی ہو کہ ایمان لانے کے بعد نہ ذاتِ رحیم ہے۔ کان بالمومنین رجاء دلی ہے ”واللہ ولی المومنین“ تو ہم اپنے تمام امور اس ذاتِ رحیم کریم کے تفویض کرنے میں خوشی سے آمادہ ہو جائیں گے۔ ہمارے تلوچ طمانیت و مسرت سے بھر جائیں گے۔ (احول

ریاتی آئندہ

ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم